دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا دینی و علمی ماہنامہ

سرپرست:

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب

شہر شہر اور گاؤں میں
سب کے پاؤں میں
سروس
شوز
سروس
ہوائی چپل
جدید ترین اور دلکش ڈیزائنوں
میں
ہلکی پھلکی - آرام دہ - ارزاں
Servis

اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لئے دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر۔ دار العلوم : ۴

فون نمبر۔ رہائش : ۲

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : ۱۰

شمارہ نمبر : ۵

مارچ ۱۹۷۵ء

مدیر

سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک — پاکستان میں سالانہ دس روپے بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ، ہوائی ڈاک دو پونڈ

فی پرچہ

ایک روپیہ

سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

کفرانِ نعمت کا وبال

اللہ اکبر۔ ملک و قوم کی یہ غیر یقینی اضطراب انگیز حالت، غربت و افلاس مہنگائی اور بدحالی، باہمی جنگ و جدال، بے گناہ انسانوں کے خون کی ارزانی، یہ دھماکے، یہ ظلم و ستم، یہ قید و بند۔ الغرض چاروں طرف بربادی اور شر و فساد کا دور دورہ پوری قوم اعمال و افعال کی مکافاتی چکیوں میں پستی چلی جا رہی ہے۔ گویا اس بستی کی پوری تصویر ہمارے سامنے ہے جس کی مثال قرآن حکیم نے دی ہے جسے خدا نے ہر طرح کی عافیت، سکون، خوشحالی اور فارغ البالی سے نوازا مگر بستی والوں نے نہایت بے دردی سے اللہ تعالیٰ کی ساری نعمتوں کی ناشکری کی پھر خدا نے یکایک اس ساری آسودگی کو بدحالی اور بھوک و افلاس سے بدل دیا۔ امن و عافیت کی جگہ خوف و اضطراب نے لے لی۔ فاذاقھما اللہ لباس الجوع والخوف۔

اس مثال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان سب لوگوں کو تنبیہ فرمائی جو خدا کی نعمتوں کو خیر کی بجائے شر کا ذریعہ بنا کر خدا کی بستیوں کو امن و سکون کی بجائے انتشار و اضطراب سے بھر دیتے ہیں۔ خدائے بزرگ ایسے واقعات کا ذکر کر کے انہیں للکارتا ہے۔ کہ خدائے حی و قیوم اس پر قادر ہے کہ وہ دن کو ہنستے کھیلتے ہوئے اور راتوں کو میٹھی نیند سوتے ہوئے انہیں اپنے اعمال کا مزہ چکھا دے۔ افامنوا مکراللہ ان یاتیھم باسنا ضحیً وھم یلعبون ــــ افامنوا مکر اللہ ان یاتیھم باسنا بیاتاً وھم نائمون۔

پھر کیا اس بدنصیب ملک کے یہ آئے دن کے انقلابات اور تنبیہات قرآن کریم کی اس ابدی صداقت کی تائید مزید نہیں کر رہے۔ ملک کی شکست و ریخت پھر لاکھ سوا لاکھ افراد کا ہندو کے ہاتھوں قید و بند کے اسیر نے اس تذلیل کی یاد تازہ نہیں کی جو بخت نصر کے ہاتھوں یہود کو اٹھانی پڑی تھی۔ سیلابوں نے کیا طوفان نوح کا سماں نہیں باندھا اور قراقرم کے پہاڑوں کا ارتعاش تو ابھی ختم بھی نہیں ہوا۔ ان کوہستانی زلزلوں کے بعد بھی کسی باشعور قوم کو عاد و ثمود کی ہلاکت و بربادی

کے قصے دہرانے کی ضرورت رہ جاتی ہے ۔؟

یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر غفلت و سرکشی کے حجاب اور بھی دبیز ہوتے چلے گئے سنگدلی و شقاوت کی گہرائیوں میں اضافہ ہی ہوتا رہا ، انفرادی اور اجتماعی حقوق اور مراتب پامال ہوتے رہے تمام عمرانی اور معاشرتی تقاضوں کو روند ڈالا گیا ، ملی اور اخلاقی اقدار تہس نہس کر دی گئیں ، اسلام، جمہوریت ، مساوات ، اخلاق و اقدار ، عدل و انصاف ، حقوق اور ذمہ داریوں کی دھجیاں اڑا دی گئیں ۔ خدا طلبی کی جگہ خدا فراموشی ، حیاء اور عفت کی جگہ بے حیائی اور فحاشی ، ضبط و اطاعت کی جگہ انارکی ، خوف آخرت کی جگہ مادہ پرستی نے لے لی ۔ ہوس زر کے عفریت نے حلال و حرام کی ساری حدود توڑ کر رکھ دیں ۔ راعی رعیت کے حقوق سے غافل اور رعیت راعی کے آداب سے بے خبر ——

ظلم نے عدالت اور فریب و عیاری نے سیاست کا روپ دھارا ۔ الغرض ملک کی حالت ایک بھٹی جیسی ہو گئی جس میں کود کر اب پوری قوم اضطراب ، بدگمانی خوف و لالچ حرص و ہوس بھوک اور تنگدستی اور باہمی جنگ و جدال کی آگ میں سلگ اور سسک رہی ہے ۔ آبرو ، جان و مال کا اعتماد ختم ہوا ، اطمینان و عافیت کے سارے سہارے ٹوٹتے چلے گئے ۔ آسائش اور خوشحالی تو بڑی بات ہے ۔ ایک بڑی اکثریت کیلئے زندگی کا سد رمق قائم رکھنا وبال جان بن گیا اور ارشاد ربانی : فکفرت بانعم اللہ فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون ۔ کا بدرجۂ اتم ظہور ہو گیا ۔

شیرپاؤ مرحوم کا قصاص جمہوریت کشی

صوبہ سرحد کے جواں سال ، خلیق اور ملنسار وزیر خان محمد حیات خان شیرپاؤ مرحوم کی دردناک وفات پر کس سنگدل نے درد محسوس نہ کیا ہوگا ۔ مرحوم کی خوبیاں اور صفات یاد رہنے کی چیزیں ہیں پھر جوانمرگی اور مظلومیت کی وفات نے تو اور بھی غم کی سنگینی بڑھا دی ہے ۔ اس واقعہ ہائلہ پر حزب اقتدار کا رد عمل اور تاثر تو ہے ہی شدید مگر حزب اختلاف نے بھی جتنا ممکن ہو سکا اس معاملہ میں اظہار تاسف سے دریغ نہیں کیا بلکہ اس معاملہ میں اپنے مخلصانہ تعاون کا یقین دلایا اور اس نے اپنا یہ مطالبہ پورے شد و مد سے دہرا دیا کہ اس معاملہ کی بے لاگ تحقیقات ہونی چاہیئے تاکہ نہ صرف اصل قاتل گرفتار

تک پہنچایا جاسکے بلکہ اب اس تشدد آمیز سیاست کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سدباب ہونا چاہیئے جس کی بھینٹ اب تک بلا مبالغہ سینکڑوں جانیں چڑھ چکی ہیں۔ بلوچستان کے مولانا شمس الدین شہید سے لیکر نواب محمد احمد خان قصوری کی شہادت تک اس پرسوز مطالبہ کا تسلسل قائم و دائم رہا کہ حکومت اپنے تمام وسائل کام میں لاکر ظلم و بربریت کے اس دیو سے قوم کو چھٹکارا دے مگر اب جبکہ وحشت اور بربریت کی یہ "کالی دیوی" جھونپڑیوں اور پہاڑوں سے نکل کر حریم اقتدار کے بلند و بالا ایوانوں پہ شبخون مارنے لگی تو لازمی تھا کہ اب تو پوری سنجیدگی اور یکجہتی کے ساتھ پوری قوم کو موافقین اور مخالفین کو اعتماد میں لیکر اس خونخوار عفریت سے جان بخشی کرائی جاتی جس نے سینکڑوں ہنستے کھیلتے گھروں کو اجاڑ دیا ہے۔ اس لئے کہ ظلم کا تدارک ظلم سے نہیں عدل و انصاف سے کیا جاسکتا ہے۔ قرآن کریم بصراحت ایسے موقعہ پر کہتا ہے کہ: ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا۔ ورنہ ایک خرابی سے ہزاروں اور خرابیاں جنم لے لیتی ہیں۔

کسی مسلمان کی شہادت کا معاملہ بہت سنگین ہے، لیکن اس کے ردعمل میں ظلم و انصاف کی حدود کا پاس نہ رکھنا ایک شہید کی مظلومیت سے ظالمانہ مذاق اور قوم کی نظروں میں اسکی سنگینی کو ہلکا کر دینا ہے۔ لیکن شبیر پاؤ مرحوم کی وفات کے بعد اب تک کئی ایسے اقدامات بھی ہوئے جسے قوم کا بڑا حصہ شہادت کو سیاسی انتقام بنانے کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ ایسے جذباتی اقدامات کم حوصلگی تو کہلا سکتے ہیں۔ مگر جانے والے مرحوم کی وفاشعاریوں کی پاسداری ہرگز نہیں۔ اصل مجرم اگر سامنے آسکے تو ہم اُسے چوراہے میں جلانے یا چوک یادگار میں سولی پر لٹکا دینے سے بھی اتفاق کریں گے۔ لیکن اس واقعہ فاجعہ کے بعد حکومت نے بعض ایسے دوررس اقدامات کئے جنہیں ہم کسی طرح بھی اسلامی عدل و انصاف اور جمہوریت کی اعلیٰ قدروں پہ پورا نہیں کہہ سکتے بظاہر یہی لگتا ہے کہ ایک شہید کا قصاص کسی فرد سے نہیں ملک میں رہی سہی جمہوریت سے لیا جا رہا ہے ہمارا اشارہ ان دستوری ترامیم کیطرف ہے۔ جو مرحوم کی شہادت کے فوراً بعد ایک متفقہ آئین میں کی گئیں۔

- قانون ساز اداروں کے ارکان کو اجلاس سے کچھ پہلے یا بعد تو کیا عین اجلاس کے دوران بھی گرفتار کیا جاسکے گا۔ اور یہ ایک ایسی رعایت تھی جو ایوبی آمریت نے ارکان کو دی مگر سلطانیٔ جمہور کی "عوامی حکومت" نے اسے بیک جنبش قلم ختم کرادیا۔
- دوسری ترمیم کے تحت سیاسی پارٹیوں کے ایکٹ میں مفید مطلب تبدیلیاں کی گئیں۔
- تیسری ترمیم کے تحت آئین کی دفعہ ۱۰ میں ایسی تبدیلی کی گئی جس کے ہوتے ہوئے جمہوریت

[illegible]

تو کیا آئین کے بنیادی حقوق کا برائے نام ڈھانچہ بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ اس کے تحت امتناعی نظر بندی کے تحت گرفتار لوگوں کے معاملات ایک ماہ کی بجائے تین ماہ بعد جائزہ کمیٹی میں پیش ہوں گے جبکہ کہ جائزہ اور تحقیق کے بغیر کسی شہری کی ایک دن نظر بندی بھی اسلام اور جمہوریت کی نفی ہے اب ایسے لوگ تین ماہ تک انتظامیہ کے رحم و کرم پر رہیں گے بالفاظ دیگر تریاق عراق کے پہنچنے سے پہلے دم توڑ چکے ہوں گے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ جن لوگوں پہ ملک اور قوم دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا الزام لگایا گیا ہو وہ دفعہ ۱۰ کی ذیلی دفعہ ۷ کی اس رعایت سے بھی محروم ہو گئے یعنی ان کا معاملہ نظر ثانی کے لئے بھی پیش نہیں کیا جائے گا۔ اور معاملہ خود ہی قاتل خود ہی منصف والا ہو گا۔

● گرفتار شدگان کو اب بجائے ایک ہفتہ کے پندرہ دن میں وجوہات گرفتاری سے آگاہ کیا جائے گا۔

● چوتھی ترمیم آئین کی دفعہ ۲۳۲ میں کی گئی کہ اب حکومت ہنگامی حالات برقرار رکھنے میں (جس کے دوران سارے بنیادی حقوق معطل رہتے ہیں۔) اس بات کی بھی پابند نہ ہو گی کہ زیادہ سے زیادہ ہر چھ ماہ کے لئے پارلیمنٹ سے اسکی منظوری حاصل کرے بلکہ اب ہنگامی حالات اس وقت تک برقرار رہیں گے کہ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں اس کے خاتمہ کی قرارداد منظور نہ ہو اور ظاہر ہے کہ نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی۔

آئین میں اتنی بنیادی ترمیمیں اپوزیشن سے مشورہ کے بغیر کی گئیں جس کا دو روز قبل معاہدہ کی رو سے اپنے آپ کو پابند بنایا گیا تھا۔ اپوزیشن کے شدید احتجاج (جو بالآخر بائیکاٹ کی شکل میں ظاہر ہوا) کے باوجود یہ کتربیونت اس آئین میں کی گئی جو صد ہزار رکاوٹوں کے بعد ۲۵ برس گزرنے کے بعد قوم کو ملا اور جس کو متفقہ طور پر تقدس کا جامہ پہنانے کے لئے ہی آئین سازی کے وقت حزب اقتدار و حزب اختلاف میں مذاکرات اور سمجھوتوں ـــ کے صبر آزما مراحل طے ہوئے تھے اور جسے اب تک حزب اختلاف بھی کافی حد تک اسلامی اور جمہوری قرار دیتی رہی۔ اور جس سے سب لوگ اس حد تک مطمئن تھے کہ اگر کوئی مخلصانہ قیادت اس پر عمل پیرا ہونا چاہے تو یہ آئین اسلام اور جمہوریت کے لحاظ سے ملک و ملت کی تعمیر میں کارآمد ثابت ہو سکتا ہے اور اگر کچھ خامیاں ہیں تو باہمی اتفاق ہی سے اس کا تدارک کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ مرزائیوں کے بارہ میں متفقہ طور پر ترمیم کر کے کیا گیا۔

لیکن کسی برسر اقتدار جماعت کا کسی حادثہ کے ردعمل میں جذباتی ہو کر آئین میں یکطرفہ طور پر ایسی ترامیم کرنا جس سے آئین کی اسلامی اور جمہوری حیثیت ہی ختم ہو اور جس کا مقصد جمہوری عمل کو مردہ کر

عوامی حقوق اور شخصی آزادی کا کچلنا ہو۔ ہرگز قابلِ تحسین نہیں، ایسا کرنے سے دستور پر قوم کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اس کی متفق علیہ اور اجماعی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور ایک مستقل آئینی دستاویز بھی مستقبل میں ہر وقت خطرے سے دوچار رہتی ہے۔ طے شدہ امور از سرِ نو متنازعہ بن جاتے ہیں صوبائی خود مختاری، لسانی، قومی اور دیگر کئی مسئلے از سرِ نو زندہ ہو جاتے ہیں۔ با اصول اور باحوصلہ جماعتیں ایسی باتوں سے احتراز کرتی ہیں۔ جذبات کی تلخی یا شدت اتنی نہیں ہونی چاہیئے کہ اپنے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا جائے۔ ان آئینی ترمیمات کے علاوہ اور بھی کئی ایسے اقدامات کئے گئے جنہیں "سیاسی انتقام" کا غماز قرار دیا جا رہا ہے۔ قومی اسمبلی میں حزبِ اختلاف کے قائد خان عبدالولی خان اور دیگر ارکان پارلیمنٹ کی گرفتاری جب کہ اجلاس جاری تھا، پھر نیپ پر پابندی، اس کی املاک کو ضبط کر دینا اور ملک کے طول و عرض میں بیشمار لوگوں کی اندھا دھند گرفتاری اور سرکاری پارٹی سے وابستہ لوگوں کا قانون کو ہاتھ میں لے کر پولیس اور ایف ایس ایف کی نگرانی میں مخالف پارٹیوں کے دفاتر، ریکارڈ اور املاک پر حملے اور ایسے لوگوں کی نجی املاک کی تباہی، جبری ہڑتالیں کروانا اور بالآخر سرحد کی صوبائی حکومت کا خاتمہ اور گورنر راج کا قیام یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ نہ تو کسی مظلوم پر ظلم کا مداوا بن سکتی ہیں نہ اصل اسباب و محرکات سے پردہ ہٹانے کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ قتل اور دھماکوں جیسے شنیع اور قبیح واقعات اور ظلم و فساد کے ازالہ کے لئے ضروری ہے۔ کہ باہمی اعتماد اور محبت کی فضا بحال ہو طرفین کی ناراضگی کے اسباب کا ازالہ ہو اور قوم پوری یکجہتی اور اتفاق سے مل کر ملک و ملت سے دشمنی کرنے والے عناصر کا کھوج لگائے۔

دینی مدارس اور قادیانیوں کے عزائم

ہم نے پچھلے شمارہ میں دینی مدارس کو قومی تحویل میں لینے کی افواہوں پر تبصرہ کرتے ہوئے اس خدشہ کا اظہار بھی کیا تھا کہ قادیانی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہو جانے کے بعد ملک کے لادینی عناصر قادیانیوں کی شہ پر علماء اور طلباءِ دین کی قوتوں کے اصل سرچشمہ مدارس عربیہ کے نظام کو درہم برہم کرنا چاہتے ہیں ہمارے ان خدشات کی تائید قادیانی حلقوں اور مرزائی پریس کی اس بارہ میں تیاریوں سے ہو سکتی ہے۔ قادیانی جماعت کا ترجمان پیغام صلح ۱۲ جنوری ۱۹۷۵ء کا شمارہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کے مقالہ افتتاحیہ اور ایک مضمون میں حکومت کے ایسے ارادوں کا پرجوش خیر مقدم

کرتے ہوئے مدارس عربیہ کو امت مسلمہ کے لئے ناقابل تلافی نقصان کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ پیغام صلح کا مرزائی مقالہ نگار جو ملت کے اس طبقۂ علماء کے ہاتھوں ضرب کاری کھا چکا ہے۔ حکومت کو مشورہ دیتا ہے۔ کہ:

" ایسے اقدامات کو جلد عملی جامہ پہنایا جائے کہ اس طرح سماج دشمن اور تخریب پسند روایت کی اہمیت ختم ہو جائے گی اور قومی اتحاد اور وحدت ملی کا تصور روشن ہو جائے گا۔"

قادیانی صحافی کو ان مسلمانوں کے دینی مراکز کے اصلاح نظام و نصاب تعلیم کا درد بھی کھائے جا رہا ہے۔ قادیانی اخبار کو اس بات کا بھی دکھ ہے کہ ان مدارس میں مختلف طریقوں سے جمع کی جانے والی لاکھوں رقومات کا خرچ اموال کا بدترین ضیاع ہے ـــــ مگر وہ خود یہ نہیں سوچتا کہ استعمار اور اسلام دشمن طاقتوں کے در پردہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عزائم خبیثہ کی تکمیل کے لئے ان لاکھوں کروڑوں روپیہ کا مصرف کیا ہے۔ جو قادیانیت کے پردہ میں خرچ ہوتے ہیں اور اس دولت سے مسلمانوں کی وحدت ملی کو کیا فائدہ پہنچا۔ وہ نو کروڑ روپیہ جس کی مرزا ناصر نے اپیل کی تھی، کہاں سے آئے۔ جس کا مصرف ربوہ اور قادیان کی شرمناک پاپائیت کی ہوس رانیوں کی تکمیل کے سوا کچھ نہیں اور جو عالم اسلام میں در پردہ آئے دن کی سازشوں میں لگائے جا رہے ہیں۔ اپنے سادہ لوح متبعین کے وصایا اور وراثتوں کے خون پسینہ کی کمائی کو جاہ وباہ کے کن قبیح اور شرمناک طریقوں سے ہضم کیا جاتا ہے۔ اور یہ سامراجی گماشتے عالم اسلام میں ایک طرف تو صیہونیت کے ہراول دستہ ہیں دوسری طرف استعماری تجوریوں سے ایتھوپیا میں مسلمان کا خون بہا رہے ہیں۔ قبرص میں ترکوں کے خلاف سرگرم ہیں، کشمیر کو بھارت کے ہاتھوں قادیان کی موہوم امید پہ رہن کرا چکے ہیں ـــــ مگر انہیں فکر ہے تو ان طیب وطاہر پاکیزہ چندوں کا جو دردمند مسلمان اپنا پیٹ کاٹ کر دینی مدارس پر لگاتے ہیں اس لئے کہ تاجدار ختم نبوت کے علوم اور مواریث نبوت وہدایت کی یہ حفاظت گاہیں مسیلمہ کذاب کی اولاد کے استیصال کے مراکز ہیں۔ وہ ان مدارس عربیہ سے عشق نبوی اور حفاظت اسلام کے جذبہ سے سرشار ان جانباز فارغ التحصیل علماء کو انسانی ضیاع قرار دیتے ہیں جو اپنی مرضی سے دنیا اور اسکی رنگینیوں کو کملی والے آقا کے دین پر تج چکے ہیں اور روکھے سوکھے ٹکڑوں پہ قناعت کئے بیٹھے ہیں۔

بہرحال قادیانی اخبار نے ہمارے خدشات کی تائید کر دی ہے کہ مدارس عربیہ کا گلا گھونٹنے کی یہ کھچڑی کہاں کہاں پک رہی ہے۔ ہمیں قادیانی جماعت سے اس بارہ میں کوئی شکوہ نہیں کہ ملت مسلمہ اور قادیانیوں کی تو اب کھلی جنگ ہے۔

حکومت اور مدارس عربیہ کی "اصلاح" کے ارادے

مگر افسوس تو ہمیں اپنوں کی بعض ایسی دردمندانہ "تجاویز اور منصوبوں" کو دیکھ کر ہوتا ہے جو علماء اور طلبۂ مدارس عربیہ کی خیر خواہی اور ان کی حالت بہتر بنانے کی شکل میں ہمارے سامنے آرہے ہیں۔
مثال کے طور پر ہمارے محترم وزیر مذہبی امور مولانا کوثر نیازی کا ایک انٹرویو مطبوعہ جنگ ۲۷ / فروری ۱۹۷۵ء ہمارے سامنے ہے انہوں نے دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی تردید کے باوجود کچھ باتیں ایسی کی ہیں جن پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔ انہیں ان مدارس کے اساتذہ کی تنخواہوں اور طالب علموں کی حالت بہتر بنانے کی بھی فکر ہے۔ کیونکہ بقول ان کے یہ لوگ دستِ سوال دراز کئے پھرتے ہیں۔ مدارس عربیہ کو مالی امداد دینے کا بھی ذکر ہے۔ مگر کیا محترم مولانا یہ نہیں جانتے کہ یہ لوگ حصول علم دین کی راہ میں اپنی جوانیوں کی متاع عزیز جو لٹا دیتے ہیں ان کا مطمح نظر دنیاوی آسودگی اور آسائش حیات نہیں ہوتا۔ زندگی کے دیگر شعبوں میں جاکر یہ راستے تو ان پر بھی وا ہوسکتے تھے۔ مگر انہوں نے سوچ کر اور ایسی تمام خواہشات کی قربانی دیکر اپنی زندگیاں کتاب و سنت کی شمع تابناک کو فروزاں رکھنے کیلئے وقف کردیں انہیں معلوم ہے کہ یہ راہ و رسم وفا مادی خوشحالی کی کبھی مرہون نہیں رہی، یہ کانٹوں کی سیج ہے۔ پھولوں کا نہیں، اصحاب صفہ کی سیرت مقدسہ ان کے سامنے ہے۔ اور وہ زبان حال سے کہتے ہیں کہ جنہیں مادی حالت کی بہتری اور دنیوی جاہ و جلال، عہدے اور مناصب جلیلہ درکار ہوں تو انہیں اس راہ عشق سے کیا سروکار۔ ع

جس کو ہو جان و دل عزیز تیری گلی میں جائے کیوں

ان لوگوں نے انگریز کے عہد غلامی میں چٹائیوں اور بوریوں کی رہائش اور روکھے سوکھے ٹکڑوں پر قناعت کو ترجیح دی ورنہ انگریزی مراحم و عنایات کے دروازے ان پر بھی کھل سکتے تھے۔
یونیورسٹیوں کی محلاتی زندگیاں انہیں پکار رہی تھیں وہ بھی سر اور خان بہادر بن سکتے تھے شمس الاسلام اور شیخ الاسلام جیسے مناصب تو خان بہادر اور سر سے بھی سستے داموں بک رہے تھے مگر ان فقراء زہد و علم نے یہ سب کچھ ٹھکرایا پھر خدائے غیور کی بارگاہ سے کوئی سید احمد شہیدؒ بن کر نکلا کوئی محمد قاسم نانوتویؒ کوئی شیخ الہندؒ اور کوئی شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے نام سے اسلامیان ہند کے قلوب پر بے تاج حکمران بنا۔
پھر مولانا یہ کیوں بھول گئے کہ اس سے قبل بھی معیار زندگی کی بلندی اور معاشی بہتری کے نام پر

گئے گئے ایسے سنہری عہد و پیمان کا کیا حشر ہوا۔ مساجد اور مزارات کو تحویل میں لینے کے وقت بھی ایسے ہی اصلاحی جذبات سامنے آئے تھے خطباء کی معاشی حالت کی بہتری اور باعزت مقام اور وقار کے مژدے بھی دئیے گئے، مساجد خانقاہوں اور مزارات کی خاطر خواہ دیکھ بھال کرنے کے وعدے بھی ہوئے، لیکن کیا بعد کے واقعات نے ان ساری باتوں کو سراب نہیں ثابت کیا بہت سی مساجد کی آمدنی لاکھوں تک پہنچتی تھی، آج وہ کس بیرسی کے کس عالم میں ہیں۔ بسا اوقات ایک چٹائی اور بلب کیلئے مسجدیں ترستی ہیں کچھ دیندار نمازی از خود چندے اکٹھے کرکر کے دیکھ بھال کا کام چلا لیتے ہیں۔ وقف املاک کی لاکھوں آمدنی تو اپنے اصل شرعی مصارف پر خرچ ہونے کی بجائے افسران اور انتظامیہ کے فوج ظفر موج کی بھاری تنخواہوں اور تکلفات پر لگ جاتی ہے اور کچھ یورپ کی مادی اور غیر مذہبی تعلیم کے وظیفوں اور نام نہاد ثقافتی سرگرمیوں پر۔ خطیبوں کی تنخواہیں کئی کئی ماہ رکی رہتی ہیں۔ معیار زندگی بلند تو کیا ہوتا اوقاف کے بیشمار خطیب ایسے بھی ہیں جن کی تنخواہ اس جان لیوا گرانی میں بھی پچاس روپے سے متجاوز نہیں پھر ظلم یہ کہ وہ مستقل سیاسی جوڑ توڑ کے رحم وکرم پر رہتے ہیں، نمازیوں کی سیاسی وابستگیوں کی رسہ کشی کا شکار رہتے ہیں۔ اور جدھر کا پلڑا سرکار دالاتبار کے ہاں بھاری ہوا خطیب اس کی زد میں آگیا اور ایک پٹواری کی طرح جب چاہا ایک مسجد سے اٹھاکر دور دراز کسی شہر میں تبدیل کر دیا۔ پھر ۶۵ سال عمر کے جرم میں ریٹائرمنٹ کی تلوار الگ سر پر مسلّط حالانکہ منصب وعظ و ہدایت اور مقام رشد و تبلیغ میں عمر کے ساتھ اور بھی پختگی اور رسوخ آتا ہے۔ ہمیشہ سے یہ لائن ریٹائرمنٹ کی لعنت سے یکسر ناآشنا رہی ہے۔ رہی سہی کسر جو رہ گئی تھی، اب ان بیچاروں کو خطبہ میں "وحدت موضوع اور تحدید مضامین" کے شکنجوں میں کس کر پوری ہو جائے گی۔

سکولوں، کالجوں میں اسلامیات کی حالت

پھر پرائیویٹ تعلیمی اداروں اور سکولوں کو تحویل میں لینے کے وقت بھی ایسے ہی دلنواز اور جاذب نظر نغمے سننے میں آئے کہ اب ان اداروں کی کایا پلٹ جائے گی۔ نتیجۃً جو ادارے عام مسلمانوں کے جذبات ملی کے سہارے چل رہے تھے وہ رضاکارانہ جذبات اور مسلمانوں کے تعاون سے محروم ہوگئے اور دو ڈھائی سال گذر جانے کے باوجود اب بھی غیر یقینی کیفیت سے دوچار ہیں نہ ان اداروں کے اساتذہ کو مستقل ہونے کے پروانے مل سکے ہیں نہ واضح طور پر ان کے مشاہروں کا تعین ہو چکا ہے۔ اور ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ تنخواہوں کی حدبندی کا مسئلہ اٹھا بھی تو جو حکومت دینی مدارس کی معاشی

حالت بہتر بنانے کی فکر کر رہی ہے۔ اس نے تنخواہوں کے سکیل مجریہ ۸ر جنوری ۱۹۷۵ء میں انگلش وغیرہ عمرانی مضامین کے ان ٹرینڈ اساتذہ کی شرح تو مقرر کر دی گئی ہے۔ لیکن ان ٹرینڈ فاضلین علوم شرقیہ اور اساتذہ دینیات و معلمین قرآن کے کسی سکیل کا ذکر تک نہیں کیا گیا بلکہ ایسے اساتذہ کو ۱۹۷۳ء کے سکیل کے مطابق نوّے روپے دینے کی ہدایات جاری کر دی گئیں۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خدمتِ اسلام کے جذبے کے تحت حکومت کی نظریں بار بار مدارسِ عربیہ کیطرف اٹھتی رہی ہیں۔ لیکن کیا حکومت خدمتِ اسلام کی اور تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو چکی ہے۔ ملک کے تمام شعبوں میں اسلام جاری اور ساری ہو چکا ہے۔ تمدن، تہذیب، سیاست و معاشرت، اخلاق و معاشیات کے ہزاروں ایسے شعبے ہیں، جو زبان حال سے حکومت کو پکار پکار کر دعوتِ اصلاح احوال دے رہی ہیں ——— مگر یہاں ہم صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کرتے ہیں جس کا تعلق تعلیمی شعبہ ہی سے ہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد کیا ہمارے حکمرانوں کا اہم ترین فریضہ نہ تھا کہ ملک کے تمام عصری نظام و نصاب تعلیم کو اسلامی سانچہ میں ڈھال دیا جاتا یہ نہ ہو سکا تو کم ازکم یہ تو لازمی تھا کہ عصری تعلیم گاہوں میں اسلامی تعلیمات داخلاق، قرآن و سنّت اور عربی و مشرقی علوم پر خصوصی توجہ دے دی جاتی کہ اب ہمیں غلام ہندوستان کے لئے دیسی کلرکوں کی ضرورت نہ تھی ہم ایک اسلامی مملکت کے لئے مہذب اور عالم و فاضل شہریوں کی چاہئے تھا کہ اسلامی تعلیمات کو اہم لازمی مضمون کی حیثیت دیدی جاتی اور ان علوم کے اساتذہ اور طلبہ کو ترجیحی نہیں تو کم ازکم انگریزی اور دیگر عمرانی علوم کے اساتذہ اور طلبہ جیسا باعزت مقام اور مراعات تو دیدئے جاتے، مگر یہاں تو ۲۷ سال گذرنے کے بعد بھی اسلامیات یا علوم شرقیہ کا جو برائے نام سلسلہ ہے۔ اس کے اساتذہ کی حالتِ زار سے کون بے خبر ہے۔ نہ سرکاری درس گاہوں میں ایسے اساتذہ دینیات کے لئے لازمی آسامیاں ہیں نہ وہ حقوق و مراعات جو انگریزی پڑھانے والوں کے لئے ہیں بعد از خرابی بسیار تعلیم کے سرکاری اداروں اسلامیات کو پہلے اختیاری اور پھر لازمی حیثیت دی گئی مگر وہ بھی ثانوی سطح پر، مگر اکثر صوبوں میں عملاً تدریس قرآن کا صرف اتنا انتظام ہے کہ محض سطحی اور رسمی طور پر بعض جگہوں میں گویا خانہ پری کر دی گئی ہے۔ اور یہ سطور لکھتے وقت تو یہ افسوسناک اطلاع بھی سامنے آ چکی ہے کہ :

"وفاقی وزارتِ تعلیم کے شعبۂ تدوین نصابات نے سرکلر نمبر F-S-1/74-HSC جنوری ۱۹۷۵ء کے ذریعہ اپنے مجوزہ تعلیمی اسکیم برائے نصاب انٹرمیڈیٹ میں اس نصاب کی فہرست سے اسلامیات کے مضمون کو یکسر خارج کر دیا ہے اور

اس کی جگہ فنونِ لطیفہ بالخصوص موسیقی کو مستقل مضامین کی حیثیت دی گئی ہے ۔"

عہ چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما

پھر کیا "خدمت اسلام کا یہ جذبہ" آگے چل کر مدارس علوم نبویہ کو بھی رقص و سرود، موسیقی آرٹس اور کلچر کے مراکز میں تبدیل کرنا چاہتا ہے ـــــ ولا نعلمہا اللہ الی یوم القیامۃ ۔

بہرحال عصری تعلیم گاہوں کے اساتذۂ دینیات اور فضلاء علوم شرقیہ کی معاشی حالت بہتر بنانے پر کتنی توجہ دی گئی ہے ۔ اس کی حقیقت بھی سب کو معلوم ہے ۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ فاضل عربی او ۔ ٹی اور دوسرے اسناد رکھنے والے اساتذہ کو دیگر لازمی مضامین پڑھانے والے ٹیچروں کی مساوی حیثیت میں مشاہرے دیئے جاتے مگر ایسا نہیں بلکہ ۱۷۵ ، ۱۴۰/۵ ، ۴/۱۰۰ ـــــ یا بالمقطع -/۱۰۰ روپے تنخواہ مقرر کی گئی ، تنخواہوں کے گوشواروں کو سامنے رکھ کر آپ پر یہ تفاوت عیاں ہو جائے گی کہ برطانوی دور میں انگریزی اساتذہ اور علوم شرقیہ کے اساتذہ کی تنخواہوں میں اتنا غیر معمولی فرق نہ تھا جو کہ اب ہے یہ تفاوت ۱۹۴۵ء میں پچاس روپے تھی ۔ تو پاکستان بننے کے بعد ۱۹۵۲ء میں -/۷۰ روپے ہو گئی ۔ ۱۹۷۰ء میں -/۱۲۰ روپے ہو گئی اور اب عوامی دور کے نیشنل پے سکیل میں -/۱۸۵ روپے ہو گئی ۔ یعنی انگریزی اور عمرانی پڑھانے والوں سے اسلامی تعلیمات اور عربی کے معلمین کو -/۱۸۵ روپے کم ملتے ہیں ۔ یہی تفاوت اسلامیات اور انگریزی نصاب کے پرچوں کے نمبرات میں بھی ہے ۔ انگریزی پرچہ کے نمبرات ۷۵ ، ہیں تو عربی کے سو اور انگریزی پڑھانے کے لئے ہفتہ میں آٹھ پیریڈ ہیں تو عربی کیلئے چار اور یہ واقعہ ہے کہ لازمی اختیاری مضامین میں بھی سائنس کو عربی پر ترجیح دینے کی وجہ دیگر طلبہ عربی چھوڑ کر سائنس اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ـــــ بہرحال اسلامیات اور عملۂ اسلامیات اور دیگر مضامین اور اس کے اساتذہ کے درمیان تفاوت اور حق تلفی کی ایک طویل داستان ہے ، جس پر کسی دوسری فرصت میں تفصیلی گفتگو کی جا سکتی ہے ۔

مقصد یہاں صرف علماء اور طلباء مدارس عربیہ کی معاشی حالت بہتر بنانے کے پاکیزہ جذبات پر کچھ عرض کرنا تھا ـــــ مذکورہ انٹرویو میں دینی مدارس کی مالی بے قاعدگیوں اور گڑبڑ کا بھی ذکر ہے ۔ نصابِ تعلیم کی اصلاح اور علماء کو معاشرے کا مفید (؟) رکن بنانے پر بھی اظہار خیال ہے اچھے مدارس کو حکومت کا مالی امداد دینے کی ترغیب بھی ہے ۔ ان تمام باتوں پر گفتگو کا میدان وسیع ہے ۔ اور یہ سب باتیں علماء حق اور عام مسلمانوں کو دعوتِ فکر دے رہی ہیں ۔

سعودی عرب اور مصر کی علم پروری

حکومت سعودی عرب کیطرف سے دارالعلوم حقانیہ کو ۳۷ جلدوں پر مشتمل "مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ" کا ایک سیٹ اور کچھ دیگر کتابیں موصول ہوئی ہیں ـــ فرمانروائے حرمین الشریفین جلالۃ الملک شاہ فیصل خلد اللہ ملکہٗ کے جذبات علم پروری سے ایک عالم مالامال ہو رہا ہے موجودہ حکومت رابطۃ العالم الاسلامی اور دیگر ذرائع سے اسلام اور مسلمانوں کی جو بلند پایہ علمی اور دینی خدمت انجام دے رہی ہے اس نے قرون خیر کی سلاطین کی علمی قدر دانیوں کی یاد تازہ کر دی ہے اسلامی علوم اور ثقافت کی احیاء پر بے دریغ دولت خرچ کی جا رہی ہے۔ بالخصوص اسلامی تاریخ کے ان علماء اور مفکرین کے افکار و علوم کے احیاء و ترویج تو اس حکومت کا مشن ہے۔ جنہیں وہ اپنے مرشد محمد بن عبدالوہابؒ کے مسلک و مشرب سے ہمکنار پاتے ہیں۔ حال ہی میں علمی دنیا کی مشہور اور مایہ ناز شخصیت شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے علوم و فتاویٰ کو اس ضخیم کتاب میں (جو تقریباً بیس ہزار صفحات پر مشتمل ہے) یکجا طور پر شائع کر دینا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ شیخ الاسلامؒ موصوف سے کئی مسائل میں امت کے کچھ طبقات کو کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو ان کی علمی عظمت وجلالت فقہی تبحر اور رسوخ نیز مقام عزیمت و امامت سے انکار کرنا بہت مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں علوم کتاب و سنت میں حظ وافر عطا فرمائی تھی وہ نہ صرف ان علوم میں امام اور سنت کے داعی بلکہ اپنے دور کے ایک جانباز مجاہد بھی تھے۔ انہوں نے فتاویٰ اور تصانیف کی شکل میں ایک عظیم علمی ترکہ چھوڑا۔ حکومت سعودی عرب نے شاہ فیصل کی خواہش پر تقریباً نصف کروڑ پاکستانی روپیہ کی لاگت سے اس منتشر علمی ذخیرہ کو ۳۵ جلدوں میں مجموعہ فتاویٰ کے نام سے شائع کیا اور دو جلدیں ان فتاویٰ کی فہرستوں کے نام سے جس سے ہر اہم موضوع پر اس مبسوط کتاب کے متعلقہ مباحث تک رسائی ہو سکے۔ ان جلدوں میں شیخ الاسلامؒ کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ علوم کا ایک بہت بڑا حصہ آ گیا ہے۔ کتاب کا اکثر حصہ کلامی، تفسیری فقہی اور حدیثی مباحث پر مشتمل ہے، تصوف، اخلاق، اصول، جہاد اور خلافت پر بھی کافی حصہ آ گیا ہے ایک جید نجدی عالم نے یہ خدمت انجام دی ہے اگر کتاب کے مباحث کی تحقیق و تعلیق اور تخریج پر بھی ساتھ ہی ساتھ کام ہو جاتا تو مزید بہتر ہوتا۔ مگر شاید وسعت کار نے اسکی اجازت نہ دی ہو ـــــ کتب خانہ دارالعلوم کو ایسے علمی مجموعے کا ایک سیٹ بھیج کر

جس علم دوستی کا ثبوت دیا گیا ہے۔ پورا دارالعلوم اس کے لئے شکر گذار ہے۔ اس سے قبل بھی حکومت سعودی عرب کے وزارۃ الاعلام، ادارۃ التوعیۃ الاسلامیہ اور بالخصوص الشیخ صالح جنرل سیکرٹری رابطہ عالم اسلامی نے اپنے ہاں کی متعدد مطبوعات ارسال فرمائیں۔ پاکستان کے ایک دور افتادہ مقام میں واقع دارالعلوم حقانیہ کو علمی طور پر یاد فرمانا۔ ان لوگوں کی علمی قدر افزائی اور قدرشناسی کا بیّن ثبوت ہے۔ ہم پورے دارالعلوم اس کے اساتذہ، طلبہ کیطرف سے حکومت سعودعرب اور اس کے تمام علمی اداروں کے شکر گذار ہیں۔ اور ایسی علمی خدمات جلیلہ پر علمی دنیا کیطرف سے خراج تحسین بھی پیش کرتے ہیں۔

نامناسب نہ ہوگا کہ اس مناسبت سے اسلامی اور عربی علوم و فنون کی خدمت کرنے والی ایک اور عظیم الشان حکومت ــ مصر ــ کا بھی تذکرہ کیا جائے جس نے پچھلے سال دارالعلوم کو دیگر بعض مطبوعات کے علاوہ وہاں کی المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ ۔ کی شائع کردہ ایک ایسی عظیم اور گرانقدر ضخیم کتاب ارسال فرمائی جو بذات خود مستقل تعارف کی مستحق ہے۔ یہ کتاب موسوعۃ جمال عبدالناصر فی الفقہ ۔ کے نام سے اسلامی فقہ اور قانون پر ایک جلیل القدر انسائیکلو پیڈیا ہے جو حروف تہجی کی ترتیب سے فقہی اصلاحات کے ضمن میں فقہ کے تمام اہم مکاتب فکر کی آراء، دلائل اور متعلقہ مباحث پر مشتمل ہے۔ مثلاً حرف الف کے تحت اباق کے بحث میں مذاہب اربعہ اور ظاہریہ کے علاوہ شیعہ فرق۔ زیدیۃ، اباضیہ، جعفریہ، امامیہ کی تفصیلات بڑی منقح شکل میں ایک ہی جگہ مل سکتی ہیں۔ وعلیٰ ھذا۔ اس کتاب کی نو جلدیں (جو تقریباً ساڑھے تین ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔) ہمیں موصول ہوئی ہیں۔ خدا کرے یہ تعداد مزید بڑھ چکی ہو ــــ

اس نوعیت کے پچھلے تمام کاموں کو سامنے رکھ کر فقہ اور قانون کے اس جدید دائرۃ المعارف کی تدوین و اشاعت کا کام مرحوم و مغفور جمال عبدالناصر کی ذاتی دلچسپی اور علمی لگاؤ سے شروع ہوا خدا کرے یہ سلسلہ تکمیل تک پہنچ کر مرحوم جمال عبدالناصر کے علمی مزایا اور مناقب میں۔ ایک عظیم اضافہ کے ساتھ آخرت میں صدقہ جاریہ ثابت ہو۔ آمین۔ اور حکومت مصر کی سرپرستی میں علمی اور دینی خدمات کا سلسلہ جاری و ساری رہے۔

یہ تو دو حکومتوں کی علمی خدمات کا تذکرہ تھا۔ علم کسی قوم ملک یا کسی طبقہ کی جاگیر نہیں۔ خدا اس دین سے چاہے حکومتوں کو نوازدے اور چاہے تو افراد اور جماعتوں کو بھی۔ مگر نوازنے کا مورد

زیادہ تر افراد و اشخاص کی انفرادی کوششیں رہیں، ہمارے ہاں برّصغیر میں علم اور دین کی حفاظت و اشاعت کا کام اپنے طور پر علماء اور مسلمانوں کی مخلصانہ مساعی کا مرہون رہا ہے۔ جہاں حکومتوں نے ہاتھ اٹھایا اللہ نے افراد کو اس کام میں لگا دیا۔

حسین حلمی الیشیق | اس کی ایک تازہ مثال ترکی اور وہاں کے ایک صاحب خیر حسین حلمی الیشیق بن سعید، استنبول ہیں۔ جن کی پشت پر غالباً حکومت یا کوئی تنظیم نہیں۔ مگر پچھلے چند سالوں سے وہ علوم کتاب و سنت پر ائمہ اعلام اور اجلّہ علم و فضل کی کتابیں شائع کر کرکے تقسیم کر رہے ہیں — اور جس طرح سعودی عرب کا اس بارہ میں جھکاؤ امام ابن تیمیہ اور ان کے ہم خیال مکتب فکر کو ہے۔ ہمارے الیشیق صاحب موصوف کا میلان دوسری جانب یعنی شیخ اکبرؒ اور ابن تیمیہ کے دیگر نقادوں کے علوم و معارف کیطرف ہے۔ پھر بھی ترکی جیسے خزاں رسیدہ گلشن اور اجڑی ہوئی سرزمین علم و دین میں علم کی۔ احیاء و ترویج، ایک عظیم الشان خدمت ہے۔ ان کی شائع کردہ امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ کی مکتوبات کا عربی ترجمہ کی کئی جلدوں میں اور برّصغیر کے علماء و مشائخ کی بعض دیگر تصانیف کے علاوہ کئی اہم مطبوعات کتب خانہ دارالعلوم اور راقم الحروف کو آچکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں احیاء و ترویج علوم کی توفیق مزید عطا فرما دے۔ ایسے افراد اور ایسی حکومتیں ہمارے ہاں کے اہل خیر اور حکومت کیلئے نمونہ ہونی چاہئیں ———

اس ضمن میں ہم اسلامی ممالک، وہاں کے علمی اور ثقافتی اداروں اور اپنے ہاں اسلامی ممالک کے سفارتخانوں سے بھی پر زور اپیل کرتے ہیں کہ اپنے ہاں کی نئی مطبوعات سے دارالعلوم حقانیہ کو استفادہ کا موقع بخشتے رہیں جو انشاء اللہ یہاں کی علمی تدریسی اور تصنیفی خدمات میں استفادے کا ذریعہ بن سکتی ہیں ———

صومالیہ میں درندگی اور بربریّت کا شرمناک مظاہرہ

افریقی حکومت صومالیہ کے دارالخلافۃ کے ایک کھلے میدان میں دس مسلمان علماء اور رہنماؤں کو زندہ جلا دینے کی خبر دل سے عالم اسلام میں تشویش اور احتجاج کی لہر دوڑ گئی ہے۔ صومالیہ افریقہ کا ایک ایسا ملک ہے جس کی ساری آبادی غیور مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ مگر موجودہ اشتراکی حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی صومالیہ کا رشتہ اسلام اور عربی زبان سے کاٹ کر کمیونسٹ ممالک سے جوڑنے کی کوششیں شروع کیں، مساجد میں بھی عربی، اور دینی تعلیم پر پابندی لگا دی گئی، دین کے نجی دینی ادارے

بھی بند کر دئیے گئے، اس پر مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے، مگر احتجاج کرنے والوں کو مشق ستم بنایا اور اب تازہ اقدام یہ کیا کہ عورتوں اور مردوں کے نام نہاد غیر اسلامی مساوات کے نام سے نکاح وطلاق کے قطعی عائلی مسائل میں دخل اندازی کی یہاں تک کہ وراثت کے مخصوص احکام میں بھی تبدیلی کر کے اس میں مرد اور عورت کو برابر قرار دیا ـــــ یہ قرآنی نصوص میں صریح مداخلت تھی اور جس کی کچھ مثالیں ہمارے ہاں رسوائے عالم عائلی قوانین کی شکل میں پہلے سے موجود ہیں۔ صومالیہ کے علماء حق اور غیور مسلمانوں نے اس لادینی اور اشتراکی جسارت پر صدائے احتجاج بلند کی، حکومت نے اندھا دھند گرفتاریاں شروع کیں یہاں تک کہ دس مجاہدین کو ایک کھلے میدان میں زندہ جلا دیا گیا صومالی حکومت کی اس بہیمیت، درندگی، وحشیانہ اور بزدلانہ حرکت پر اسلامی دنیا میں احتجاج ہو رہا ہے یہاں تک کہ اقوام متحدہ نے بھی اس پر نفرت ظاہر کی ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ عالم اسلام کی اکثریت کو ہر جگہ ایسے مادر پدر آزاد نام نہاد مسلمان حکمرانوں کا سامنا ہے۔ جو کرسی اور مفاد کی خاطر نام تو اسلام کا رکھنا چاہتے ہیں۔ مگر ثقافتی، تعلیمی اور فکری لحاظ سے یورپ یا اشتراکی دنیا کے غلام ہوتے ہیں۔ تجدد اور ماڈرن ازم ان کی بیماری ہے۔ وہ ہر چیز کو مغرب کی دنیا پرست یا کمیونزم کی مادہ پرست نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ان لوگوں کی غلامانہ ذہنیت کی وجہ سے ان کی اپنی مسلم شخصیت انفرادی تشخص مٹ چکا ہوتا ہے۔ یہ طبقہ حمیت دینی اور اخلاق انسانی اور غیرت ملی سے عاری ہو چکا ہوتا ہے۔ مگر المیہ یہی ہے کہ دنیا کے تقریباً ایک ارب مسلمانوں کی اتنی بڑی طاقت پر ہر جگہ حکمرانی اور اقتدار اس چھوٹی سی اقلیت کو حاصل ہوتی ہے جو ذہن و فکر کے لحاظ سے قطعی غیر مسلم اور غیروں کا آلہ کار ہوتی ہے۔ انقلاب یورپ کے بعد مسلمانوں پر یورپ مغربیت اور کمیونزم کا جو سب سے بڑا ظلم ہے۔ وہ یہی کہ ایک مختصر سا برسر اقتدار طبقہ جو نام کا مسلمان ہوتا ہے مسلمانوں کے سیاہ وسفید کا مالک بن کر صرف دنیا کے نہیں مسلمانوں کے دین وشریعت کا بھی فیصلہ کرنے لگتا ہے۔

یہ متجددین، ماڈرن، لبرلسٹ، انارکسٹ اور کمیونسٹ ذہن کے نام نہاد مسلمان عالم اسلام کے سب سے بڑی لعنت ہیں اور جب تک دنیا بھر کے مسلمان اس صورتحال سے نجات نہیں پائیں گے صومالیہ جیسے شرمناک واقعات ہوتے رہیں گے۔ دین میں مداخلت بھی ہوگی۔ اور قطعی مسلمات دین میں تحریف بھی، اور مسلمانوں کی سرزمین پر مسلمان حکمرانوں کے ہاتھوں دینی، ثقافتی اور اخلاقی قدریں پائمال ہوتی رہیں گی ـــــ۔

حکومت آزاد کشمیر کے لیے لائق تحسین مستحسن اقدامات

حکومت آزاد کشمیر نے اسلامی اصلاحات کے ضمن میں اپنے ہاں عدالتوں کے تعاون کیلئے

ماہر و فاضل مفتیوں کا بھی تقرر فرمایا ہے اور پچھلے دنوں چند اسلامی دفعات قصاص قطع ید وغیرہ کے نفاذ کا اعلان بھی ہوا ہم ایسے تمام اقدامات کی (گو اس کی رفتار موجودہ نہایت سست ہے) کی تحسین کرتے ہوئے اتنی گذارش کرتے ہیں کہ گو ایسے مفتی حضرات کو درجہ تو گزیٹڈ افسروں کا دیا گیا ہے۔ مگر ان کا اختیار اب تک صرف نکاحوں کے فارم یا شناختی کارڈوں کی تصدیق کر دینا ہے اور بس۔ وہ اگر کسی مقدمہ میں فیصلہ دیں تو اسکی حیثیت محض فتوی کی ہوتی ہے۔ اور فریقین اس کے ماننے نہ ماننے میں آزاد ہوتے ہیں۔ نہ یہ مفتی کسی فریق کو سمن جاری کرا سکتے ہیں، نہ وارنٹ اور نوٹس۔ عدالتیں پولیس کو ان کاموں میں استعمال کرتی ہیں۔ مگر یہ حضرات ایسا کوئی اختیار اور وسائل کام میں نہیں لا سکتے۔ الغرض حکومت آزاد کشمیر کے مقرر کردہ مفتی حضرات کو کوئی قوت نافذہ حاصل نہیں، نہ وہ عائلی اور معاشرتی اہم مقدمات کی سماعت کر سکتے ہیں، نہ عدالتیں ان کے فیصلوں کو ملحوظ رکھنے کے پابند ہیں۔

جناب سردار عبدالقیوم خان صدر آزاد کشمیر اگر دینی درد کی وجہ سے اسلامی نظام کے لئے کوشاں ہیں تو انہیں عدالت اور قانون کے معاملات میں اہل افراد کو ان کے صحیح اختیارات دینے چاہئیں ورنہ ایسے ادھورے برائے نام اقدامات سے اصل مقصد کو اور بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

مکتبۂ الحق کی مطبوعات

تقریر شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ | مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی حکمت و موعظت سے لبریز ایک غیر مطبوعہ مبسوط تقریر (اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور غیر پسندیدہ باتیں۔) قیمت ۷۵ پیسے

عبادات و عبدیت | حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے ایمان پرور مواعظ و خطبات کا بیش بہا مجموعہ۔ بندگی اور عبادات کے آداب، فضائل اور بیشمار اسرار و حکم۔ قیمت ۱/۵۰ روپیہ

قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق | اسلام کے نظام اخلاق اور فلسفہ اخلاق اور دیگر ادیان سے موازنہ پر ایڈیٹر الحق کے قلم سے۔ قیمت ۲/۵۰ روپے

نوٹ :- کسی ایک کتاب یا تینوں کے دس نسخے طلب فرمانے پر ۲۵ فیصد رعایت

منگوانے کا پتہ :- مکتبہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ
الفرقان۔ لکھنؤ

مرزائی علم کلام کے دو اہم مسائل

تکفیر اہلِ قبلہ ——— اور ——— نزولِ مسیح

——— کا عالمانہ تجزیہ ———

بحمداللہ قادیانیت کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور آئین کی رو سے بھی اب قادیانی جماعت ملتِ مسلمہ سے الگ جماعت قرار پا چکی ہے۔ ضرورت اب اس بات کی ہے کہ جو لوگ قادیانیوں کی علمی دجل و تلبیس اور مغالطوں کا شکار ہو کر اس دامِ تزویر میں پھنس چکے ہیں علمی اور فکری لحاظ سے ان کی اصلاح کی سعی کی جائے اور ان دلائل کا جو درحقیقت دسیسہ کاری اور تلبیس پر مبنی ہوتی ہیں کا عالمانہ تجزیہ کیا جائے۔ جسے مرزائی علم کلام میں پیش کیا جاتا ہے۔ یا ان کے بعض نام نہاد ہمدرد "روشن خیال" یا "دانشوروں" کے ایک طبقہ کی طرف سے مرزائی وکالت میں اب تک سامنے آ چکے ہیں شاید علمی اور تبلیغی انداز کے ایسے مضامین سے متلاشیانِ حق مرزائی حضرات پر حق واضح ہو جائے۔ حال ہی میں بھارت کے مشہور و ممتاز عالم و فاضل شخصیت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ لکھنؤ کے قلم سے ایسے ہی ایک "دانشور" کے اٹھائے گئے نکات میں مرزائی علم کلام کے دو اہم مسائل تکفیر اہل قبلہ اور نزول مسیح پر سیر حاصل بحث آ چکی ہے جسے ہم الحق میں پیش کر رہے ہیں۔

——— (ادارہ) ———

قادیانیوں کی تکفیر ہی سے متعلق ایک آخری بات زیرِ بحث مضمون[1] میں یہ کہی گئی ہے کہ وہ اہل قبلہ ہیں اور اہلِ قبلہ کی تکفیر سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں امام غزالیؒ کی کتاب "التفرقۃ" کی ایک عبارت بھی نقل کی گئی ہے۔ ہم وہ عبارت اور اس کا ترجمہ اس مضمون ہی سے نقل کرتے ہیں۔

[1] مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کے گرامی نامہ سے معلوم ہوا کہ اب مضمون نگار فاروق تلبط صاحب نے اپنے خیالات سے رجوع فرما لیا ہے۔ (س)

اما الوصیۃ فان تکف لسانک	میری وصیت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو
عن اہل القبلۃ ما امکنک ماداموا	اہل قبلہ کی تکفیر سے زبان بند رکھو جب
قائلین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول	تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے
اللہ غیر مناقضین لہا والمناقضۃ	قائل ہوں، بشرطیکہ وہ اس کلمہ کی مخالفت
تجویزھم الکذب علی رسول اللہ	نہ کریں اور مخالفت کا مطلب یہ ہے
صلی اللہ علیہ وسلم بعذر او بغیر	کہ وہ کسی عذر یا بغیر عذر کے محمد صلی اللہ
عذر فان التکفیر فیہ خطر والسکوت	علیہ وسلم کو جھٹلائیں، کیونکہ ایسے لوگوں کی
لاخطر فیہ۔	تکفیر خطرہ سے خالی نہیں، اگر سکوت اختیار

(التفرقہ بین الاسلام والزندقہ ص۵۶) کر لیا جائے تو پھر کوئی خطرہ نہیں۔

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر میں احتیاط اور کفّ لسان کی جو وصیت اور ہدایت امام غزالیؒ نے "التفرقہ" کی اس عبارت میں فرمائی ہے۔ یہی ہدایت ان سے بہت پہلے ان سے بڑے ائمہ حضرت امام ابوحنیفہ جیسے حضرات نے بھی فرمائی ہے۔ "شرح فقہ اکبر" میں منتقیٰ کے حوالہ سے علامہ علی قاری نے نقل کیا ہے۔

عن ابی حنیفۃ لا نکفّر احداً	امام ابوحنیفہ سے مروی ہے آپ نے
من اہل القبلۃ وعلیہ اکثر	فرمایا ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں
الفقہاء۔ (ص۱۸۱)	کرتے اور یہی مسلک اکثر فقہاء کا ہے۔

اور اسی شرح فقہ اکبر" میں" شرح مواقف" کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔

انّ جمہور المتکلمین والفقہاء	جمہور متکلمین اور فقہاء کا مسلک یہ ہے
علی انہ لا یکفّر احدٌ من اہل	کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہ کی جائے۔
القبلۃ۔ (ص۱۸۶)	

کاش یہ لوگ جو قادیانیوں کی تکفیر کے مسئلہ میں ائمہ اور مصنفین کی ایسی عبارتوں کی بنیاد پر اہل قبلہ کی بحث چھیڑتے ہیں، اس پر غور کرتے، کہ ان عبارتوں میں اہل قبلہ سے کیا مراد ہے؟ ــــ ظاہر ہے کہ لغوی اور لفظی معنیٰ کے لحاظ سے تو ہر وہ شخص اہل قبلہ ہے جو مکہ مکرمہ میں واقع کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ مانتا ہو۔ تو اگر اس لفظ کا یہی مطلب ہو تو ابوجہل وغیرہ سارے مشرکین عرب اہل قبلہ تھے ــ عربوں کی تاریخ اور ان کے حالات سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ سارے مشرکین

عرب کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ مانتے تھے۔ اور اسی بنا پر اس کی تقدیس کے قائل تھے۔ اس کا طواف کرتے تھے۔ اپنے طریقہ پر حج اور عمرہ بھی کرتے تھے۔ تو اگر اہل قبلہ کا مطلب یہی ہو تو پھر تو ابوجہل، ابولہب وغیرہ مشرکین عرب کو بھی کافر ماننے کی گنجائش نہ ہوگی۔

دراصل "اہل قبلہ" ایک خاص دینی اور علمی اصطلاح ہے، عقائد اور فقہ کی کتابوں میں تکفیر کی بحث میں یہ لفظ (اہل قبلہ) عام طور سے استعمال ہوتا ہے۔ اور ان ہی کتابوں میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے۔ کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو توحید و رسالت، قیامت وغیرہ ایمانیات پر یقین رکھتے ہوں اور کسی ایسی دینی حقیقت کے منکر نہ ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے قطعی اور یقینی طریقہ پر ثابت ہو جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ (علماء اور مصنفین کی اصطلاح میں ایسی چیزوں کو ضروریات دین کہا جاتا ہے۔) پس اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا بھی منکر ہے — مثلاً قرآن پاک کے کتاب اللہ ہونے کا یا قیامت اور حشر و نشر کا یا پانچ وقت کی نماز کی فرضیت کا یا ایسی کسی بھی دینی بات کا انکار کرتا ہے۔ تو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔

وہی شرح فقہ اکبر جس کے حوالہ سے اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کی ہدائتیں اوپر نقل کی گئی ہیں اسی میں، اسی مقام پر اہل قبلہ کی مندرجہ ذیل تشریح کی گئی ہے۔

اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله تعالى بالكليات والجزئيات وما اشبه ذلك من المسائل المهمات فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفي الحشر او نفي علمه سبحانه بالجزئيات لا يكون من اهل القبلة (شرح فقه اكبر ص۱۸۷)	اور تمہیں یہ بات جان لینی چاہئے کہ اہل قبلہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو تمام ضروریات دین پر متفق ہوں۔ جیسے عالم کا حادث ہونا اور قیامت میں جسمانی حشر ہونا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کلیات وجزئیات سب کا علم ہے اور ان جیسے تمام اہم مسئلے (جو ضروریات دین میں شامل ہیں) پس جو شخص ساری عمر نیکیوں اور عبادتوں میں مشغول رہے اور اسی کیساتھ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ عالم حادث نہیں قدیم ہے یا یہ کہ حشر جسمانی نہیں ہوگا یا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا۔

اس عبارت سے یہ بات صاف ہو گئی کہ جو شخص کسی ایسی بات کا انکار کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے قطعی یقینی طریقہ سے ثابت ہو جس میں شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہ ہو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔ اس کو کافر مرتد قرار دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جو ائمہ اور مصنفین یہ کہتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے، وہ سب یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قیامت اور آخرت کا منکر ہو یا قرآن کے کتاب اللہ ہونے سے انکار کرے یا نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر ہو یا اللہ پاک کی شان میں صریح گستاخی اور بدزبانی کرے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چاہے وہ اپنے کو مسلمان کہتا ہو اور کعبہ کو قبلہ مانتا ہو۔ عقائد اور فقہ کی تمام کتابوں میں یہ تصریحات دیکھی جا سکتی ہیں۔

خود امام غزالیؒ نے جن کی کتاب "التفرقہ" سے فارقلیط صاحب کے مضمون میں وہ عبارت نقل کی گئی ہے۔ جو اوپر درج کی گئی (جس میں امام ممدوح نے اہل قبلہ کی تکفیر سے کفِ لسان کی وصیت فرمائی ہے۔) اپنی اسی کتاب التفرقہ میں اسی مسئلہ تکفیر پر بحث کرتے ہوئے وصیت والی مندرجہ بالا عبارت سے پہلے اور بعد میں واضح طور پر لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی بات کا انکار کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اگرچہ اس کا انکار تاویل کے ساتھ ہو ـــــ اسی بنیاد پر وہ مسلمانوں میں سے اُن فلاسفہ کو کافر قرار دیتے ہیں جو اس کے قائل تھے کہ قیامت میں حشر جسموں کے ساتھ نہیں ہو گا بلکہ معاملہ صرف روحانی ہو گا۔ اور آخرت میں عذاب اس دنیا کی تکلیفوں کی طرح حسی نہیں ہو گا۔ اس سلسلہ میں امام غزالیؒ کی اسی کتاب "التفرقہ" ہی کی چند عبارتیں فارقلیط صاحب اور ان کے "دانشوروں" کی خدمت میں پیش ہیں۔

امام غزالیؒ نے التفرقہ میں تاویل کی بحث کی ہے اور بتلایا ہے کہ بعض تاویلیں ایسی ہوتی ہیں جنکی بنا پر تاویل کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس کو خاطی یا بدعتی قرار دیا جائے گا۔ اور بعض تاویلیں ایسی ہوتی ہیں جو موجب کفر ہوتی ہیں اور جو لوگ اس طرح کی تاویلیں کریں گے ان کو کافر قرار دیا جائے گا ـــــ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

وامّا ما یتعلّق من هٰذا الجنس باصول العقائد المهمة فیجب تکفیر من یغیر الظاهر بغیر برهان قاطع کالذی ینکر حشر الاجساد وینکر العقوبات الحسیة فی الآخرة	اور ان تاویلوں میں سے جن کا تعلق اہم بنیادی عقائد سے ہو تو ایسے لوگوں کی تکفیر واجب ہو گی جو کسی قطعی دلیل کے بغیر نصوص کے ظاہری معنیٰ میں تاویل کے ذریعہ تبدیلی کریں جیسے کہ وہ لوگ جو کسی قطعی دلیل کے بغیر محض اپنے

یظنون واوھام واستبعادات من غیر برھان قاطع فیجب تکفیرہ قطعاً ..... وھو مذھب اکثر الفلاسفة۔ (التفرقة ص۵۳)	اوہام اور خیالات اور استبعادات کی بنار پہ (قیامت میں) حشر اجساد (جسمانی حشر کا) (اور آخرت میں) حسی عقوبتوں کا انکار کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی تکفیر واجب ہے اور

یہ بات قطعی اور یقینی ہے .... اور یہ اکثر فلاسفہ کا مذہب ہے۔

امام غزالیؒ نے اس عبارت میں جن فلاسفہ کی تکفیر کو واجب اور قطعی قرار دیا ہے وہ اپنے کو مسلمان ہی کہتے تھے اور کعبہ کو قبلہ بھی مانتے تھے۔

فار قلیط صاحب نے اپنے مضمون میں امام غزالیؒ کی جو عبارت اور وصیت "التفرقہ" ص۵۶ سے نقل کی ہے اسی صفحہ پہ اس عبارت سے بالکل متصل یہ عبارت ہے۔

واما القانون فھو ان تعلم ان النظریات قسمان قسم یتعلق باصول القواعد وقسم یتعلق بالفروع واصول الایمان ثلاثة الایمان باللہ وبرسولہ وبالیوم الاخر وماعداہ فروع و اعلم انہ لاتکفیر فی الفروع اصلاً الا فی مسألة واحدة وھی ان ینکر اصلاً دینیاً علم من الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بالتواتر لکن فی بعضھا تخطئة کما فی الفقھیات وفی بعضھا تبدیع کالخطاء المتعلق بالامامة واحوال الصحابة (التفرقہ ص۵۶،۵۷)	اور تکفیر کے بارے میں شرعی قانون کی تفصیل یہ ہے کہ نظریات (عقائد وخیالات) دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق بنیادی عقائد سے ہو اور دوسرے وہ جن کا تعلق بنیادی عقائد سے نہیں بلکہ فروع سے ہو اور بنیادی عقائد تین ہیں۔ اللہ پر ایمان، اس کے رسول پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان اور ان تین کے سوا جو عقائد ہیں ان کو فروع کہا جائے گا اور معلوم ہونا چاہیئے کہ فروعی عقائد میں سے کسی کے انکار کی وجہ سے ہم تکفیر بالکل نہیں کریں گے۔ لیکن اس ایک صورت میں فروع میں بھی تکفیر کی جائے گی جبکہ کوئی شخص کسی ایسی دینی حقیقت

کا انکار کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے مگر ان میں سے بعض صورتوں میں اس شخص کو خاطی قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ فقہیات میں اور بعض صورتوں میں متبدع قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ (شیعوں کے) غلط خیالات ہیں۔ مسئلہ امامت کے بارے میں اور صحابۂ کرام کے احوال کے بارے میں (تو ان کی بناء پہ ان کو بدعتی قرار دیا جائیگا۔)

آگے فرماتے ہیں کہ قاعدہ کلیّہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایسی بات کہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی کسی بات کی تکذیب ہوتی ہو تو اس کی تکفیر واجب ہوگی اگرچہ وہ بات دین کے بنیادی اور اساسی عقائد سے متعلق نہ ہو بلکہ فروع سے متعلق ہو۔ کتاب کے اصل الفاظ یہ ہیں:

ومهما وجد التكذيب وجب التكفير وان كان في الفروع۔ (التفرقة ص۵۶)	اور جب بھی تکذیب کی صورت پائی جائے گی تو تکفیر واجب ہوگی اگرچہ اس کا تعلق کسی فروعی مسئلہ سے ہو۔

پھر امام غزالیؒ نے اس کی دو مثالیں بھی دی ہیں۔ ہم ان میں سے صرف دوسری مثال ذکر کرتے ہیں کیونکہ وہ ناظرین کے لئے سہل الفہم ہے اور بعض ایسے بدبخت اس کے قائل ہوئے ہیں جو اپنے کو مسلمان کہتے اور سمجھتے تھے اور کعبہ کو قبلہ بھی مانتے تھے ـــــ امام غزالیؒ کے الفاظ میں مثال یہ ہے ـــــ

وكذالك من نسب عائشة رضى الله عنها الى الفاحشة وقد نزل القرآن ببراءتها فهو كافر لان هذا وامثاله لايمكن الا بتكذيب الرسول او انكار التواتر (ص۵۵)	اور ایسے ہی اس بدبخت شخص کی تکفیر واجب ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کیطرف فاحشہ (بدکاری) کی نسبت کرے (معاذ اللہ) حالانکہ قرآن مجید نے ان کی برأت کی ہے کیونکہ یہ اور اس طرح کی دوسری گمراہانہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب یا تواتر کے انکار کے بغیر ممکن نہیں۔

واضح رہے کہ امام غزالیؒ نے یہ مثال اس کی دی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے مسئلہ میں جس کا تعلق اسلام کے بنیادی عقائد سے نہ ہو بلکہ فروع سے ہو ایسی بات کہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہوتی ہو اور جو بات آپ سے تواتر کے ساتھ یقینی اور قطعی طریقہ پر ثابت ہے اس کا انکار ہوتا ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا۔ حضرت صدیقہ پر تہمت کا مسئلہ اسی کی مثال ہے۔

پھر منقولۂ بالا عبارت کے چند سطر بعد ارقام فرماتے ہیں:

واما الاصول الثلاثة وكل ما لم يحتمل التاويل في نفسه وتواتر نقله ولم يتصور ان يقوم برهان	اور دین کے تینوں بنیادی عقائد (ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور ایمان بالیوم الآخر) اور ہر وہ دینی بات جسمیں تاویل کا احتمال نہ ہو

علی خلافہ فمخالفتہ تکذیب محض ومثالہ ما ذکرناہ من حشر الاجساد والجنّۃ والنّار (التفرقہ ص۵۹)	اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو اور اس کے خلاف کسی برہان (قطعی دلیل) کا قائم ہونا متصوّر نہ ہو تو اس سے اختلاف کرنا تکذیب کے سوا

کچھ نہیں اور اس کی مثالیں وہ ہیں جو ہم نے ذکر کیں یعنی حشر اجساد اور جنّت و دوزخ۔
پھر اس کے اگلے صفحہ پر بحث کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولابد من التنبیہ علی قاعدۃ اخری وھو ان المخالف قد یخالف نصاً متواتراً ویزعم انّہ مؤوّل ولکن ذکر تاویلہ لا انقداح لہ اصلاً فی اللّسان لاعلی بعد ولا علی قرب فذلك کفر وصاحبہ مکذب وان کان یزعم انّہ مؤوّل۔ (التفرقہ ص۶۱)	اور ایک دوسرا قاعدہ کلیّہ ہے ناظرین کو اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص دین کی ایسی منصوص بات سے اختلاف کرتا ہے۔ جو تواتر سے ثابت ہے اور اس کا اپنا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ (اس نص کا منکر نہیں ہے بلکہ) اس کی صرف تاویل کرتا ہے مگر جو تاویل وہ پیش کرتا ہے وہ لغت اور زبان کے لحاظ سے چلنے والی بالکل

نہیں ہوتی، نہ بعید نہ قریب تو اس شخص کا یہ رویہ کفر ہے اور وہ آدمی دراصل مکذب (حضورؐ کو جھٹلانے والا) ہے۔ اگرچہ اس کا گمان اور خیال یہ ہے کہ میں منکر نہیں ہوں۔ بلکہ صرف تاویل کرنیوالا ہوں۔

کیا امام غزالیؒ کی اسی کتاب "التفرقہ" کی اور اسی بحث تکفیر کی ان واضح عبارتوں کے بعد کسی کو یہ شبہ رہ سکتا ہے کہ ان کی اس وصیّت کا (جس کو فارقلیط صاحب نے "التفرقہ" ہی کے حوالہ سے نقل کیا ہے) یہ مطلب ہے کہ جو کوئی اپنے کو مسلمان کہے، اور کلمہ پڑھے، اور کعبہ کو قبلہ مانے پھر خواہ اس کے عقائد کچھ بھی ہوں اور دینی حقائق کی وہ کیسی ہی تاویل اور تحریف کرے اس کی تکفیر نہ کی جائے ــــ ظاہر ہے کہ امام غزالیؒ کی "التفرقہ" ہی کی مندرجہ بالا عبارتیں دیکھنے کے بعد کوئی شخص ان پر یہ تہمت نہیں لگا سکتا ــــ امام غزالیؒ تو دین کے مسلّم عالم اور عارف ہیں۔ ایسی جاہلانہ بات تو ایسا کوئی شخص نہیں کر سکتا جو دین کی الف ب بھی جانتا ہو۔

قرآن مجید میں یہ واقعہ صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ ایسے لوگوں نے جو ایمان لا چکے تھے، قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز بھی پڑھتے تھے، کوئی کافرانہ بات کہی جس کی اطلاع حضورؐ کو ہوگئی جب ان سے پوچھ گچھ کی گئی تو انہوں نے یہ تاویل اور معذرت کی کہ ہم نے یہ بات دل سے اور سنجیدگی سے نہیں کہی تھی بلکہ ہنسی مذاق میں کہی تھی، ان کے بارے میں قرآن مجید سورۂ توبہ کی آیت ۶۶ نازل ہوئی جس میں حضورؐ کو حکم دیا گیا کہ "ان بدبختوں سے صاف فرما دیجئے کہ حیلے بہانے مت کرو تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔" (قُلْ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ) اور اسی سورۂ توبہ میں بعض ایسے لوگوں کے بارے میں جو حضورؐ کے زمانے میں اسلام قبول کر چکے تھے۔ مسلمانوں میں شامل تھے اور قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز بھی پڑھتے تھے، بیان فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے کوئی کافرانہ بات کہی اور اس بنا پر وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر قرار پائے۔ (لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ ـــــ سورۂ توبہ آیت ۷۴)

قرآن مجید کی یہ آیتیں ناطق ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے کو مسلمان کہے، کلمہ پڑھے، کعبہ کو قبلہ مانے، اسی کے ساتھ کوئی کافرانہ بات کرے یا کافرانہ عقیدہ کا اظہار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ یہی امت کا اجماعی عقیدہ ہے ـــــ ہاں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ جو شخص اپنے کو مسلمان کہے اور کلمہ گو ہو ہم اسے مسلمان مانیں گے جب تک کہ اس کی کوئی کافرانہ بات یا کافرانہ عقیدہ علم میں نہ آئے۔

اس کے بعد گذارش ہے کہ علماء کی طرف سے قادیانیوں کی تکفیر کی سب سے بڑی بنیاد یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے ایسے صاف صریح الفاظ میں جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اور جو لوگ اس دعوے کی فضول تاویلیں کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کے فرزند اور خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے خود مرزا صاحب کی عبارتیں پیش کر کے ان سب کی جڑ کاٹ دی ہے۔ اور ناقابلِ تردید طریقہ پر ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب اسی معنیٰ میں نبوت و رسالت کے مدعی ہیں جو شریعت میں اس کے معروف معنی ہیں اور وہ ویسے ہی نبی ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ وغیرہ اگلے انبیاء علیہم السلام تھے اور ان کے نہ ماننے والے اسی طرح کافر اور لعنتی ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء سابقین کے نہ ماننے والے کافر اور لعنتی ہیں۔

مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب کی اس سلسلہ کی عبارتیں راقم سطور کے اس مضمون میں دیکھی جا

جاسکتی ہیں جو "قادیانی مسلمان کیوں نہیں؟" کے عنوان سے ایک ہی مہینہ پہلے الفرقان کے اکتوبر کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ اسی لئے یہاں ہم نے ان عبارتوں کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی ——

بہرحال مرزا صاحب اور ان کی امت کی تکفیر کی اوّل بنیاد یہ ہے کہ وہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ مدعیانِ نبوت کی طرح نبوت ورسالت کے مدعی ہیں اور ختم نبوت سے متعلق قرآن وحدیث کے متواتر اور قطعی نصوص کی ایسی مہمل تاویلیں کرتے ہیں جو حقیقتاً تکذیب اور تحریف ہیں، اس لئے شریعت اور علماء شریعت کی نگاہ میں ان کا مقام وہی ہے جو مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اور ان کے امتیوں کا قرار پایا تھا۔

نزول مسیح کا مسئلہ فارقلیط صاحب کے زیر بحث مضمون میں نزول مسیح کے مسئلہ پر بھی ایک نئے انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ نزولِ مسیح کا عقیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے۔ کیونکہ اگر اخیر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوا (اور وہ اللہ کے نبی ہیں) تو خاتم النبیین اور آخری نبی حضورؐ نہیں ہوئے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

دوسری بات اس سلسلہ میں یہ کہی گئی ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ غیر قرآنی ہے، قرآن مجید میں کہیں اس کا ذکر نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تبلاکر قرآن نے اس عقیدہ کو رد کر دیا ہے۔

تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ حدیث کی موجودہ کتابوں میں امام مالکؒ کی "موطا" سب سے پہلی کتاب ہے جو صحیح بخاری وغیرہ سے بھی مقدم ہے اس میں کوئی حدیث نزول مسیح کی نہیں ہے لہذا وہ سب حدیثیں جن میں آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ کا آنا بیان کیا گیا ہے۔ ناقابل اعتبار ہیں اور سمجھنا چاہئے کہ عیسائیوں نے محدثین کو دھوکہ دے کر یہ حدیثیں ان کی کتابوں میں درج کرادی ہیں۔

چونکہ ہمارا یہ مضمون اختصار کی کوشش کے باوجود بہت طویل ہوگیا اس لئے نزول مسیح سے متعلق اس آخری بحث میں ہم صرف ضروری اشارات کریں گے امید ہے کہ ناظرین کی تشفی کے لئے انشاء اللہ وہی کافی ہوں گے —— جو تین باتیں اس سلسلہ میں مضمون میں کہی گئی ہیں ہم ان پر ترتیب وار گفتگو کرتے ہیں۔

۱۔ یہ بات کہ نزولِ مسیح کا عقیدہ حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے وہی شخص کہہ گا

جو عربی زبان اور محاورات سے بالکل ناواقف ہو، عربی لغت اور محاورے کے لحاظ سے خاتم النبیین اور آخر النبیین اس کو کہا جائیگا جس کو منصب نبوت پر سب سے آخر میں فائز کیا جائے اور اس کے بعد کسی کو یہ منصب نہ دیا جائے، اور بلاشبہ یہ مقام سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔ آپ کو نبوت سب نبیوں کے بعد دی گئی اور نبی بنائے جانے کا سلسلہ آپ پر ختم کر دیا گیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس دنیا میں دوبارہ آمد (جیسا کہ امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے) ہرگز حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں، کیونکہ ان کو تو نبوت حضورؐ کی پیدائش سے بھی قریباً پانچسو برس پہلے دی گئی تھی، پس ان کا بحکم خداوندی حضورؐ کے بعد تک زندہ رہنا اور دوبارہ اس دنیا میں آنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہو کر آنا (جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اور امت محمدیہ کا عقیدہ ہے۔) ہرگز حضورؐ کے خاتم النبیین اور آخر النبیین ہونے کے منافی نہیں۔۔۔۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ کسی شخص کی "خاتم الاولاد" یا "آخر الاولاد" عربی محاورے کے لحاظ سے اس کو کہا جائے گا جو اپنے سب بہن بھائیوں کے بعد اور آخر میں پیدا ہوا اگرچہ اس سے پہلے پیدا ہونے والے اس کے بہن بھائی اس کے بعد تک زندہ رہیں۔۔۔ اس کی ایک واقعی مثال یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے چار صاحبزادے تھے، شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ عبدالغنیؒ۔ ان میں سب سے چھوٹے شاہ عبدالغنی تھے، لیکن انتقال ان کا سب سے پہلے ہوا۔ اور شاہ عبدالعزیزؒ سب سے بڑے تھے مگر انتقال سب کے بعد میں ہوا۔

تو شاہ ولی اللہؒ کی خاتم الاولاد اور آخر الاولاد شاہ عبدالغنی ہی کو کہا جائے گا۔ اگرچہ شاہ عبدالعزیز ان کے بہت بعد تک زندہ رہے۔ یہ بات ہر وہ شخص جانتا ہے جس کو عربی لغت و محاورات سے کچھ بھی واقفیت ہے۔۔۔ اور تفسیر کی کتابوں میں بھی خاتم النبیین کی تفسیر و تشریح میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا۔ (لاینبأ بعدہ نبیٌ) ملاحظہ ہو تفسیر کشاف، مدارک التنزیل، روح المعانی وغیرہ، تفسیر سورۃ احزاب۔

۲۔ رہی یہ بات کہ نزول مسیح کا ذکر چونکہ قرآن مجید میں نہیں کیا گیا ہے اس لئے یہ عقیدہ غلط اور غیر قرآنی ہے۔ تو اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ عرض کرنا ہے کہ کیا یہ "دانشور صاحبان" دین سے اتنے ناواقف ہیں کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ دین کی بہت سی ایسی اہم اور بنیادی باتیں ہیں جن کے بغیر اسلام اور اسلامی زندگی کا تصور بھی نہیں

جانتے کہ دین کی بہت سی ایسی اہم اور بنیادی باتیں ہیں جن کے بغیر اسلام

اور اسلامی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور قرآن پاک میں ان کا کہیں ذکر نہیں ہے۔۔۔ مثلاً

سب جانتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز اسلام میں فرض ہے۔ اور توحید و رسالت کی شہادت کے بعد وہ اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ لیکن قرآن مجید میں کہیں بھی صراحتاً پانچ وقت کی نماز کا ذکر نہیں، نہ قرآن میں یہ بتلایا گیا کہ کس وقت کی نماز میں کتنی رکعتیں اور کتنے رکوع اور کتنے سجدے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں اس کا بھی ذکر نہیں کہ زکوٰۃ کس حساب سے ادا کی جائے، یہ سب باتیں حدیثوں سے اور امت کے اجماع اور عملی تواتر سے معلوم ہوتی ہیں، تو کیا ان سب دینی حقیقتوں کو غیر قرآنی کہہ کر ان کا انکار کر دیا جائے گا۔؟

یہ گفتگو تو یہ فرض کرکے کی گئی ہے کہ قرآن مجید میں نزول مسیح کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ قرآن پاک کی متعدد آیتوں میں اس کی اطلاع دی گئی ہے۔ لیکن یہ بحث ضمنی طور پر اور اختصار کے ساتھ نہیں کی جاسکتی ـــــــ انشاء اللہ آئندہ دوسری صحبت میں اس پر مستقل گفتگو کی جائے گی۔ اس وقت اس سلسلہ میں ہم صرف اتنا عرض کرنے پر اکتفا کریں گے کہ ناظرین میں سے جو حضرات عربی داں ہوں وہ امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کی تصنیف "عقیدۃ الاسلام" کا مطالعہ کریں اور جو حضرات صرف اردو سے استفادہ کر سکتے ہوں وہ حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ کی "شہادۃ القرآن" دیکھیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو فہم سلیم کی نعمت سے محروم نہیں کیا ہے۔ وہ ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ اطمینان حاصل کرلیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیسیوں ارشادات میں حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کی جو اطلاع دی ہے۔ جو آپ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے[1] اور جو امت کا اجماعی عقیدہ رہا ہے اس کی بنیاد قرآن مجید ہی میں ہے۔

۳۔ رہی یہ آخری بات کہ امام مالک کی مؤطا میں نزول مسیح کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ حدیث کی سینکڑوں کتابوں میں نزول مسیح سے متعلق جو کثیر التعداد حدیثیں ہیں وہ سب ناقابل اعتبار ہیں کیونکہ اگر یہ حدیثیں صحیح ہوتیں تو امام مالکؒ کو بھی پہنچی ہوتیں اور ان کی مؤطا میں درج ہوتیں۔

فارقلیط صاحب کے ان دانشوروں کی یہ آخری بات اس کی دلیل ہے کہ یہ بیچارے امام مالکؒ کی جس مؤطا کے بارے میں بات کر رہے ہیں اس کی نوعیت سے یہ بالکل ناواقف ہیں وہ یہ سمجھ رہے

---

[1] امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے عربی رسالہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریباً چالیس[2] ارشادات جمع فرما دئے ہیں۔ جن میں آپ نے مختلف عنوانات سے آخر زمانہ میں حضرت مسیح کے نزول کی اطلاع دی ہے۔

ہیں۔ کہ امام مالکؒ کو جتنی حدیثیں پہنچی تھیں وہ سب مؤطا میں درج ہیں اور جو حدیثیں مؤطا میں نہیں ہیں وہ امام مالکؒ کو پہنچی ہی نہیں یا امامؒ نے ان کو صحیح نہیں سمجھا لہذا وہ سب نا قابلِ اعتبار ہیں ـــــ حدیث کا فن تو بڑی چیز ہے۔ جو لوگ امام مالکؒ سے اور حدیث کی مؤطا جیسی متداول کتاب سے بھی اتنے نابلد اور ناواقف ہوں حیرت ہے کہ وہ کیوں ان مباحث و مسائل میں دخل دینے کی جرأت کرتے ہیں ـــــ جس کسی نے موطا دیکھی ہے وہ جانتا ہے کہ وہ کتب فقہ کیطرح صرف "اعمال" سے متعلق احادیث و آثار اور صحابہ و تابعین کے فتاوی کا ایک مختصر مجموعہ ہے، چند حدیثیں اس میں اخلاق و آداب سے متعلق بھی ہیں، اس کے متعلق یہ گمان کرنا کہ امام مالکؒ کا سارا علم حدیث اس میں آگیا ہے۔ اور جو حدیث اس میں نہیں ہے۔ وہ امام مالکؒ کے مقام سے انتہائی جہالت کی بات ہے۔

مؤطا کا حال یہ ہے کہ اس میں ایمانیات و عقائد کا باب ہی نہیں ہے۔ قیامت اور آخرت کے بارے میں جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں۔ مؤطا ان سے بھی بالکل خالی ہے، تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہوگا کہ امام مالکؒ ایمانیات یا قیامت و آخرت سے متعلق حدیثوں سے ناواقف تھے یا یہ کہ انہوں نے ان تمام حدیثوں کو ناقابل اعتبار سمجھا، ایسی بات وہی شخص سوچ سکتا ہے جو اس موضوع سے بالکل جاہل ہو۔ دراصل مؤطا کا موضوع فقہ کی کتابوں کی طرح محدود ہے، ایمانیات اور عقائد وغیرہ اس کا موضوع ہی نہیں ہے۔

نزولِ مسیح کے مسئلہ سے متعلق فارقلیط صاحب کے مضمون میں جو تین اصولی باتیں لکھی گئی تھیں، ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ ان کی بنیاد عربی لغت و محاورات اور علوم دین سے جہالت و ناواقفیت پر ہے ـــــ ان کے علاوہ جو اور ضمنی باتیں اسی مسئلہ سے متعلق مضمون میں ذکر کی گئی ہیں، خاص کر نزولِ مسیح سے متعلق حدیث نبوی کے پورے ذخیرہ کو مشکوک اور ناقابل اعتبار قرار دینے کے لئے جو جاہلانہ منطق استعمال کی گئی ہے، انشاء اللہ اس کا پورا محاسبہ دوسری صحبت میں آئندہ کیا جائے گا۔

فارقلیط صاحب کے ان "دانشوروں" کی اسی مسئلہ نزول مسیح کے سلسلہ کی ایک بات اور ذکر کرکے اس بحث کو ہم اس وقت ختم کرتے ہیں، ناظرین کو اس آخری بات سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ جہالت و ناواقفیت کی کس سرحد پر ہیں ـــــ صحیح بخاری کی حدیثوں کو ناقابل اعتبار قرار دینے کے سلسلہ میں اس مضمون میں لکھا ہے کہ :

"حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں مذکور ہے کہ آپ نے حدیث کو رد کرکے قرآن

کے اعلان کو تسلیم کیا اور فرمایا کہ بخاری کی حدیث میں بجر راوی ہیں اگر ان کے جھوٹے ہونے سے خدا کے مقدس نبی حضرت ابراہیمؑ سچے ثابت ہوں تو راویوں کو جھوٹا قرار دینا ضروری ہے ۔۔۔۔۔۔"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان" دانشوروں" (یا بوجھ بجھاکڑوں) کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ امام بخاریؒ کے بعد کسی زمانہ میں ہوئے ہیں اور انہوں نے صحیح بخاری کی ایک حدیث کے راویوں کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے قریباً آدھی صدی بعد پیدا ہوئے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اور امام بخاریؒ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔

آخر میں ہم پھر اپنی اس حیرت کا اظہار کرنے پر مجبور ہیں کہ فارقلیط صاحب نے علم و دانش سے ایسے خالی اور اتنے جاہل و بے خبر لوگوں کو" دانشور" کا معزز لقب دینا کیوں مناسب سمجھا اور ان کی ان بے سروپا باتوں کو کیوں اس قابل سمجھا کہ ان کو مرتب کر کے شائع کرنے کی ذمہ داری خود قبول فرمائی، ہمارے نزدیک تو فارقلیط صاحب نے اپنے ساتھ یہ بڑی زیادتی کی ہے اللہ تعالیٰ ان کو تلافی کی توفیق دے! ویتوب اللہ علی من تاب۔

دار العلوم حقانیہ میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب مدظلہ مہتمم دار العلوم دیوبند کی تشریف آوری

خطاب اور تاثرات

۱۸ر جنوری کو مدینہ طیبہ سے ایک خطوط کے ذریعہ معلوم ہوا کہ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۲ر جنوری کو براستہ کراچی سعودی عرب سے ہندوستان جارہے ہیں۔ اور یہ کہ پاکستان میں مختصر قیام کی اجازت کے لئے پاکستانی سفارتخانہ سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔ کچھ امیدیں تو قائم ہوگئیں مگر بظاہر ایسے حالات میں کہ نہ سفارتی تعلقات قائم ہوں نہ آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو چکا ہو۔ حضرت حکیم الاسلام مدظلہ جیسی معروف و مشہور شخصیت کو پاکستان آنے کی اجازت دونوں حکومتوں سے کیسے مل سکے گی ؟ مگر قدرت نے غیبی انتظام فرمایا اور چند اہل درد دین اور علم کی محبت سے سرشار افسران کے تعاون سے یہ سارا مسئلہ آسانی سے حل ہوگیا۔ اور حضرت مدظلہ نے کئی سال کے طویل وقفہ کے بعد سرزمین پاکستان میں قدم رنجہ فرمایا۔ ہزاروں لاکھوں معتقدین اور محبین کے لئے یہ خبر واقعی ایک خوشگوار حیرت سے کم نہ تھی۔ ؟ کہ فاصلوں کی فصیل، ضابطوں اور رکاوٹوں کی سرحدات ان سب کو پھلانگ کر حضرت کی آمد کیسے ممکن ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے تو دلوں کی دنیا کی طرح جسمانی اور مادی رکاوٹیں بھی یکایک دور فرما دیتا ہے۔

حضرت حکیم الاسلام مدظلہ کراچی میں اعزہ و احباب سے مل کر لاہور تشریف لائے۔ دو ایک دن قیام تھا۔ مگر یہ کب ہو سکتا تھا کہ اتنی قریب آئی ہوئی نعمت سے دارالعلوم حقانیہ کے در و دیوار مشرف نہ ہوں۔ جب کہ آج تک بمشکل ایسا ہوا کہ حضرت مدظلہ پاکستان آئے ہوں۔ اور دارالعلوم حقانیہ قدم رنجہ نہ فرمایا ہو۔ خود حضرت مدظلہ کا ارشاد تھا کہ میں تو اکوڑہ خٹک کا تصور لیکر ہی وہاں سے

چلتا ہوں ۔ مگر وقت کی کمی ادھر ویزا کی مشکلات اور حضرت مدظلہ کی علالت اور ضعف ، یہ سب خدشات تھے ۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ بغرض ملاقات لاہور تشریف لے گئے ، اکوڑہ خٹک کا ویزا بھی اللہ تعالیٰ نے آسان کر دیا ۔ ادھر حضرت کی پاکستان تشریف آوری ہی سے دارالعلوم حقانیہ میں حضرت کی آمد آمد کا غلغلہ تھا ۔ پورا دارالعلوم سراپا شوق اور مشتاق دید بنا ہوا تھا کہ اچانک حضرت مدظلہ کے دارالعلوم آنے کا پروگرام طے ہو گیا ۔ وقت کی کمی کی وجہ سے بر وقت لوگوں کو اطلاع نہ دی جا سکی ۔ صرف اخباری اطلاع دی گئی ۔ اتوار ۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق ۲ر فروری ۱۹۷۵ء شام کو لاہور سے چلکر حضرت حکیم الاسلام مدظلہ سات بجے شام پشاور ایرپورٹ پہنچے کئی احباب ساتھ تھے ، ہوائی اڈہ پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے علاوہ سرحد اور پشاور کے بےشمار علماء ، شرفاء اور معتقدین چشم براہ تھے ۔ پشاور کے مقامی مدارس جامعہ اشرفیہ اور دارالعلوم سرحد کے حضرات کی خواہش تھی کہ اکوڑہ خٹک روانگی سے قبل تھوڑی دیر کیلئے حضرت ان کے ہاں بھی جلوہ افروز ہوں ۔ لہٰذا حضرت قاری صاحب مدظلہ ہوائی اڈہ سے کچھ دیر کے لئے دارالعلوم سرحد تشریف لے گئے طلباء اور اساتذہ کا جم غفیر چشم براہ تھا ۔ سپاسنامہ پیش ہوا ۔ اور حضرت نے دعا فرمائی وہاں سے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کے ساتھ جامع اشرفیہ عیدگاہ روڈ تشریف لائے ۔ رات کا کھانا تناول فرمایا ۔ استقبالیہ تقریب میں مولانا محمد یوسف قریشی اور مولانا اشرف علی قریشی نے خیر مقدم کے کلمات کہے اور پھر حضرت قاری صاحب نے علم کی فضیلت پر نہایت حکیمانہ تقریر فرمائی پشاور سے چل کر رات ساڑھے دس بجے دارالعلوم حقانیہ میں جلوہ افروز ہوئے سخت سردی اور رات کا اندھیرا چھا جانے کے باوجود بھی دارالعلوم سے باہر علماء ، اساتذہ ، طلباء اور شہر و بیرون شہر سے آئے ہوئے دیندار مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت چشم براہ تھی ۔ نہایت والہانہ استقبال ہوا ۔ دارالعلوم کے در و دیوار حضرت نانوتویؒ اکابر دیوبند اور حضرت حکیم الاسلام زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھے ۔

۲۱ محرم ۱۳۹۵ھ دوسرے دن صبح نو بجے تک حضرت مدظلہ کا قیام دارالعلوم ہی میں رہا ۔ صبح دفتر اہتمام میں معززین کے ساتھ چائے میں شرکت فرمائی ۔ اس دوران مولانا سمیع الحق کے صاحبزادگان حامد الحق اور راشد الحق کی رسم بسم اللہ بھی فرمائی ۔ دارالعلوم کا معائنہ فرمایا ۔ اور حسب سابق دارالعلوم کی ترقیات پر نہایت خوشی اور مسرتوں کا اظہار فرماتے رہے ۔ علماء ، صالحین ، اور طلبہ و متعلقین سے ملاقات فرمائی ، صبح واپسی سے قبل دارالعلوم کی طرف سے استقبالیہ تقریب میں شمولیت فرمانے

کے لئے آپ جامع مسجد دارالعلوم میں تشریف لے گئے۔ نہ صرف ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ بلکہ باہر بھی اہل علم اور دور دراز سے پہنچنے والے عشاق دیوبند کا ہجوم تھا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد جمعیۃ الطلبہ دارالعلوم حقانیہ کیطرف سے متعلم دارالعلوم مولوی فضل الرحمان ابن حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ نے عقیدت و محبت سے بھرپور سپاسنامہ پیش کیا اس کے بعد حضرت قاری صاحب مدظلہ نے وقت کی کمی اور بہت جلد واپسی کی وجہ سے مختصراً رسمی خطاب فرمایا اور اختصار پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ انشاءاللہ پھر کبھی اس کی تلافی کی جائے گی خطاب فرمانے کے بعد آپ نے طلبہ دورۂ حدیث شریف کی خواہش پر شمائل ترمذی شریف شروع کرایا اور دعا کے بعد نو بجے حضرت مدظلہ کو طلبہ اساتذہ اور مشتاقان دید نے دھڑکتے دلوں کے ساتھ الوداع کہا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور ایڈیٹر ماہنامہ الحق مولانا سمیع الحق صاحب بھی راولپنڈی تک ساتھ رہے اور اسی دن رات ساڑھے آٹھ بجے بذریعہ طیارہ حضرت مدظلہ راولپنڈی سے عازم کراچی ہوئے۔ دوران قیام حضرت مدظلہ کے علم و حکمت سے لبریز بعض مجالس کی گفتگو بھی ریکارڈ کر لی گئی ہے جو قارئین الحق کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔

حضرت حکیم الاسلام کی تقریر کا متن حسب ذیل ہے۔

علامہ قاری محمد طیب مدظلہ کا خطاب

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

بزرگان محترم اور برادران عزیز، طلبہ کرام، وقت بہت کم ہے، تھوڑی دیر بعد روانہ ہونا ہے میرا مقصد پاکستان کی حاضری سے، صرف آپ بزرگوں کی زیارت اور آپ حضرات سے ملاقات تھی سات آٹھ برس پہلے حاضری پاکستان میں ہوئی تھی اور اس وقت دارالعلوم حقانیہ میں بھی حاضری کی سعادت ملی تھی۔ تو بے اختیار دل چاہ رہا تھا کہ کوئی صورت پیدا ہو کہ میں حاضر ہوں۔ اور آپ حضرات کی زیارتیں ہو جائیں ——— اسباب کے درجے میں کوئی صورت نہیں تھی، ویزا بھی پاس نہ تھا۔ بمبئی کے قصد سے میں چلا تھا، سعودی جہاز سے لیکن کراچی کے ائرپورٹ پر بعض عزیز اور بعض دوست پہنچے اور اترنے پر اصرار کیا تو میں نے کہا کہ میرے پاس نہ ویزا ہے نہ پاسپورٹ، تو کیسے اترنا ہو۔ تو کہا کہ بس ہمیں ہی ویزا سمجھ لیں ہم حاضر ہیں ——— تو بہرحال اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ چند دن یہاں مل گئے اور یہاں حاضری کی سعادت ہوئی ——— میرا مقصد نہ جلسہ ہے نہ تقریر نہ وعظ، وہ تو یہاں کے بزرگ بالکل کافی ہیں۔ آپ حضرات کے لئے وعظ کرنے کے لئے تلقین کرنے کے لئے اور بالخصوص ہمارے محترم

بزرگ حضرت مولانا عبد الحق صاحب حق تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے اور ان کے فیضان میں برکت ہو وہ کافی ہیں اور وافی ہیں۔ آپ حضرات کی نصیحت کے لئے اور وعظ کے لئے مولانا کو حق تعالیٰ نے جو فضل و کمال دیا ہے وہ تو ظاہر ہے۔ اور علم و فضل ہر حیثیت سے بڑے ہیں۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ میں ہر حیثیت سے ان سے چھوٹا ہوں۔ تو عمر میں بھی شاید چھوٹا ہوں۔ مگر ابھی معلوم ہوا کہ مولانا کی عمر زیادہ نہیں۔ تو ایک فضیلت تو مجھے حاصل ہے۔ کہ میں کم سے کم عمر میں تو زیادہ ہوں، اگر علم و فضل میں زیادہ نہیں۔ تو بہر حال ان کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور آپ حضرات کے لئے جذبات محبت و خلوص جو پہلے بھی دل میں تھے اور زیادہ بڑھ گئے۔

مصافحہ کے لئے لوگ بہت دوڑتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ مصافحہ برکت کی چیز ہے۔ بڑی نعمت ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ دو مسلمان جب بڑھتے ہیں مصافحہ کے لئے اور ان کے چہروں پر مسکراہٹ ہوتی ہے محبت و خلوص کی تو ہاتھ ملنے نہیں پاتے کہ پچھلے گناہ بخشد ئے جاتے ہیں۔ تو بہت بڑی فضیلت ہے۔ مگر ہر فضیلت کے کچھ آداب بھی ہوتے ہیں اگر اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے دوسروں کو اذیت پہنچے تو ایذاء رسانی کا گناہ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ اس کا اجر اتنا نہیں ہوتا۔ تو دھکم دھکا کر کے مصافحے کرنا یہ اذیت ہے، اور ایذاء رسانی۔ اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں نے آپ سے عرض کیا۔ اور واپسی میں ہے عجلت اور مصافحہ میں دیر لگے گی اس واسطے میں معافی چاہتا ہوں۔ ہمارے دل ملے ہوئے ہیں۔ اور دلوں کا ملاپ بالکل کافی ہے۔ برکت ہو گئی ——۔

ایک عالم کا چہرہ دیکھنا بھی عبادت میں داخل ہے۔ تو یہاں اتنے علماء اتنے صلحاء اتنے طلبہ سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہوں۔ تو ان کا چہرہ دیکھنا بھی ہمارے لئے عبادت کے درجے میں ہے۔ اسکی برکت اور فضیلت بہت ہے تو جاتے وقت مصافحہ کی تکلیف نہ فرمائی جائے۔ علاوہ وقت کی تنگی کے میں بہت زیادہ ضعیف بھی ہوں اور علیل بھی۔ تو آپ میں سے ہر ایک کو تو ایک دفعہ ہاتھ ملانا ہوگا۔ اور مجھے سینکڑوں دفعہ تو میرے ہاتھ میں اتنی طاقت نہیں کہ پانچ سو دفعہ ہاتھ ملانا پڑے۔ تو بہر حال یہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ زیارت نصیب ہو گئی آپ حضرات کی۔ اور اجتماع بھی ہو گیا۔ اجتماع خود ایک باعث برکت چیز ہے۔ اسلام میں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چالیس مسلمان اگر ایک جگہ جمع ہوں تو ان میں سے ایک نہ ایک مقبول عند اللہ ضرور ہوتا ہے۔ تو جب سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہوں تو کتنے مقبولین ہوں گے۔ اور ان کا ملنا

دیکھنا یہ ذریعہ نجات ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت میسّر فرمادی اس کا شکر ہے۔ اس کا فضل ہے احسان ہے اور باعث سعادت ہے۔ حق تعالیٰ راستے کھول دے تاکہ بار بار یہاں آنے کی نوبت آئے چار سال پہلے تقریباً کوئی سال ایسا نہیں گذرتا تھا کہ میں پاکستان حاضر نہ ہوں۔ مگر یہ بیچ میں پیدا ہوگئی رکاوٹ اب اسباب ایسے پیدا ہوگئے ہیں کہ کچھ تو قع ہوئی ہے کہ راستے کھل جائیں گے۔ اور کچھ میل ملاپ بھی قائم ہوگا۔ تو آمد و رفت میں بھی سہولت ہوگی۔ یہ وقت بہت کم ملا۔ مگر اللہ تعالیٰ راستے کھول دے۔ تو اسکی تلافی انشاء اللہ بعد میں ہوگی۔ اب چند گھنٹے قیام ہے۔ اس وقت ممکن ہے کہ ایک دو دن قیام ہو اور مل کر بیٹھیں بات چیت کریں۔ تو یہ آئندہ انشاء اللہ ہو جائے گا۔۔۔ اس وقت تو صرف شکریہ عرض کرنا ہے۔

آپ حضرات نے سپاسنامہ اور تحریراً دعانامہ پیش فرمایا یہ میرے لئے انشاء اللہ ذریعہ نجات اور ذریعہ سعادت ہے۔ مگر تعارف کرانے میں مبالغہ سے کام لیا گیا۔ اور یہ ایک طبعی بات ہے۔ کہ جب مہمان آتا ہے۔ تو اس کا تعریفی کلمات سے تعارف ہو۔ مگر ہے وہ مبالغہ۔ میرا تعارف صرف اتنا ہے کہ میں دارالعلوم دیوبند کا ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں وہاں کے علماء کی جوتیاں سیدھی کرنا بس یہ میرا کام ہے اس سے زیادہ کوئی تعارف نہیں البتہ ایک نسبت ہے وہ بڑی چیز ہے۔ میں خود حقیر سہی مگر وہ نسبت بڑی اونچی ہے ؎

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ ذرہ آفتاب تابانیم

حضرت نانوتوی ؒ کی نسبت وہ نسبت بیشک بڑی ہے گو اس کا ہم لوگ حق ادا نہیں کر سکے مگر نسبت تو بہرحال نسبت ہی ہے۔ تو تعارف میرا یہی ہے۔ کہ میں دارالعلوم دیوبند کے علماء کا ایک خادم دارالعلوم کا ایک طالب العلم اور حضرت نانوتوی ؒ سے نسبی نسبت، تو اسی وجہ سے لوگ لحاظ پاس رکھ لیتے ہیں۔ مگر اپنے اندر نہ کوئی لیاقت ہے نہ قابلیت ہے۔ تو بس سیدھا سادھا تعارف یہی ہے۔ اور آپ نے جو تعارف کیا اس میں آپ حضرات نے اپنے حوصلے کی بلندیوں کا اظہار فرمایا ہے۔ میرا کوئی وصف ظاہر نہیں کیا، جتنے بھی آپ نے کلمات کہے وہ آپ لوگوں کے ظرف کی وسعت، عالی حوصلگی اور خورد نوازی ہے۔۔۔ تو آپ نے اپنی شان بیان کی اس میں میرا کوئی وصف نہیں۔ تو قاعدے سے اس وقت میں یہ ضروری بھی نہیں سمجھتا کہ شکریہ ادا کروں میرے متعلق کچھ باتیں فرماتے تو میں شکریہ ادا کرتا۔ آپ نے اپنی بلندی اور رفعت ظاہر فرمادی تو اس کا اعتراف کروں گا۔ اور شکریہ ادا کرنے کا کوئی موقعہ نہیں۔ حق تعالیٰ آپ کے اس حسن ظن کو قائم رکھے

اور اسے ذریعہ نجات بنادے۔ اللھم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ـــــ
کچھ چیزیں میں عرض کرتا مگر وقت نہیں، انشاء اللہ دوبارہ حاضری ہوگئی تو اس وقت بیان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ
دنیا و آخرت ہماری دونوں درست فرمادے۔ اللہ سب کو حسنِ خاتمہ کی دولت عطا فرمائے ـــ اور
اللہ تعالیٰ سب حاضرین کو جنت میں جمع فرمائے وہاں ایک دوسرے سے خلوص اور محبت کا اظہار
ہوہی جائے گا ـــــ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

دارالعلوم حقانیہ، علامہ قاری محمد طیبؒ قاسمی مدظلہٗ کی نظروں میں

حسبِ سابق اس دفعہ بھی دورانِ قیام دارالعلوم حقانیہ میں حضرت حکیم الاسلام مدظلہٗ نے مختصراً
کتاب الآراء میں اپنے تاثرات اور دعائیہ کلمات تحریر فرمائے۔ یہاں نہ صرف حالیہ تاثرات بلکہ
دو مرتبہ آمد کے تاثرات بھی پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ حضرت مدظلہٗ کے تاثرات اور دعواتِ طیبہ
یکجا محفوظ ہوسکیں۔

۲۰ محرم ۱۳۹۵ھ | نحمدہٗ ونصلی۔ آج بتاریخ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ
خٹک میں حاضری کی سعادت میسر ہوئی۔ اس علاقہ میں یہ دارالعلوم روشنی کا ایک
مینارہ ہے، جس سے چہار طرف علومِ نبوت کی روشنی پھیل رہی ہے۔ اسی روشنی
کا مخزن حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام ظلہٗ کی ذاتِ گرامی
اور ان کی ذریت طیبہ ہے۔ یہ نسبت اس دارالعلوم کی عظمت کے لئے کافی
ہے۔ آج سے تقریباً سات سال قبل بھی یہاں حاضری ہو چکی ہے۔ اس مختصر سی
مدت میں دارالعلوم نے جو نمایاں ترقیات کی ہیں وہ سب کی آنکھوں کے سامنے
ہیں۔ دارالعلوم بحمد اللہ متدین ہاتھوں میں ہے۔ اور مسلمانوں کی پاک کمائی اپنے صحیح
مصرف میں صرف ہو رہی ہے۔ حق تعالیٰ اس دینی ادارہ کو یوماً فیوماً ترقیات ظاہری
و باطنی عطا فرمائے۔ اور اس کے ذریعہ اس علاقہ میں دینی فضاء پیدا فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محمد طیب غفرلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

۲۰ رجب ۱۳۸۸ھ | آج بتاریخ ۲۰ رجب ۱۳۸۸ھ احقر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں حاضر ہوا۔ دارالعلوم حقانیہ کی عظیم الشان عمارت آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور اس عمارت کی روح تعلیم وتربیت اور دینی معاشرہ دل کے سامنے ہے۔ میں یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہوں گا کہ دین و دیانت اور علم و فراست میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک دیوبند ثانی ہے۔ اس دارالعلوم کے بادیانت نظم کی روح حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام ظلہٗ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ ان کا دیکھ لینا حقانیہ کی حقانیت کو دیکھ لینا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ سلف صالحین کا علمی ترکہ یہاں پوری طرح سے محفوظ ہے۔ یہ اس علاقہ کی خوش قسمتی ہے کہ اس میں مولانا جیسی شخصیت اور حقانیہ جیسی درسگاہ موجود ہے۔ طلبہ کا بحمدللہ رجوع عام ہے۔ اور سب پر دین کے اثرات اور خشیت اللہ کا رنگ نمایاں طریق پر محسوس ہوتا ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس درسگاہ کو قائم و دائم رکھے۔ اسے علم کا روشن مینارہ بنائے رکھے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند
نزیل حال۔ اکوڑہ خٹک۔ ۲۰ رجب ۸۸ھ

حضرت مولانا محمد طیب صاحب چونکہ ہمارے سردار ہیں اس لئے اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ اپنے طرف سے کچھ عرض نہ کروں، صرف حضرت مولانا مذکورالصدر کی دعاؤں پر آمین کہوں۔ والسلام۔

بندہ محمد عزیز عفی عنہٗ
(اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گل مدظلہٗ)

۶ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ | نحمدہٗ ونصلی۔ آج بتاریخ ۶ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ۔ احقر حسب دعوت حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانیٔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حاضر ہوا۔ اور دارالعلوم ہی میں قیام کیا۔ آٹھ سال کے بعد اس سرچشمۂ علم میں حاضری کا یہ دوسرا موقعہ ہے۔ ۱۹۵۰ء میں احقر اس وقت حاضر ہوا تھا۔ جبکہ اس مدرسہ کے لئے نہ کوئی مستقل جگہ تھی، نہ مکان، ایک مسجد میں غریبانہ انداز سے اساتذہ و تلامذہ نے کار تعلیم شروع کر دیا تھا۔ لیکن آٹھ سال کے بعد آج دارالعلوم کو اس شان سے دیکھا کہ اس کے پاس شاندار عمارت بھی ہے،

وسیع میدان بھی ہاتھ میں ہے۔ اس کے وسیع نظم و نسق کیلئے مختلف انتظامی شعبہ جات بھی ہیں۔ شعبہ تعمیر مستقل حیثیت میں اپنا کام بھی کر رہا ہے۔ اور تعمیرات بھی روز افزوں ترقی پر ہیں۔ طلبہ کی کثرت ہے، اساتذہ ماہرین فنون کافی تعداد میں جمع ہیں۔ ۲۶ طلبہ فارغ التحصیل کی دستار بندی بھی ہوئی جن میں مختلف پاکستانی علاقوں کے علاوہ کابل و قندھار کے طلبہ بھی ہیں۔ ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد بھی رکھی جا رہی ہے۔ خلق اللہ کا رجوع ہے۔ اعتماد ہے اور وہ پورے بھروسہ کے ساتھ پروانہ وار اس شمع علم کے اردگرد فدائیت و عقیدت کیساتھ ہجوم کر کر کے آرہے ہیں۔ حتیٰ کہ مدرسہ کے جلسے نے ایک عظیم الشان علمی جشن کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اور بلا تامل کہا جا سکتا ہے۔ کہ آج اسے صوبہ سرحد کی سب سے بڑی اور مرکزی درسگاہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔ سات سال کی مختصر مدت میں یہ ظاہری و باطنی ترقیات بجز اس کے کہ کارکنوں کے اخلاص و للہیت کا ثمرہ کہا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ ان مخلصین میں راس المخلصین حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑوی ہیں۔ جن کے ایثار و اخلاص کو میں اس وقت سے جانتا ہوں جب سے کہ وہ دارالعلوم دیوبند کے طالب علم اور اس کے بعد ایک کافی عرصہ تک دارالعلوم دیوبند کے ایک ماہر فن استاد کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند میں مقیم تھے۔ تقسیم ملک کے بعد بہ مجبوری اکوڑہ میں مقیم ہوئے اور دارالعلوم دیوبند آج تک ان کی جدائی پر نالاں ہے۔ ان کی سادہ بے لوث اور مخلصانہ طبیعت اور خدمت نے ہی اس سات سال کی قلیل مدت میں اس مکتب کو مدرسہ اور مدرسہ سے دارالعلوم بنا دیا ہے ـــــ اس دارالعلوم کے احاطہ میں پہنچ کر احاطۂ دارالعلوم دیوبند کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ اور بالآخر یہ شبہ یقین سے بدل جاتا ہے۔ جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ حقیقتاً اس نے اپنی صورت و سیرت میں دارالعلوم دیوبند کی صورت و سیرت کو سمو لیا ہے۔ اور وہ دارالعلوم دیوبند ہی بن گیا ہے ـــــ۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس سرچشمۂ فیض اور اس کے بانی کو اپنے فضل و کرم کے سایہ میں تادیر قائم رکھے اور مسلمانان پاکستان کے لئے یہ مدرسہ نور ہدایت اور مینارۂ روشنی ثابت ہو۔ این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

علوم نبوت

نبی کریمؐ پر اللہ کی نعمت عظمیٰ

علوم دینیہ اور مدارس عربیہ کی فضیلت اور اہمیّت

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ۳ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۷ نومبر ۷۴ء بروز اتوار جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی صدر کے تعلیمی سال کا افتتاح فرماتے ہوئے حسب ذیل خطاب فرمایا جسے من و عن ٹیپ ریکارڈر سے ضبط کر لیا گیا۔ (ادارہ)

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) الم یجدک یتیماً فآوی ووجدک ضالاً فھدیٰ ووجدک عائلاً فاغنیٰ، فاما الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا تنھر واما بنعمۃ ربک فحدّث وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلماء ورثۃ الانبیاء۔

محترم بزرگو! مولانا قاری سعید الرحمان صاحب نے تقریب کا مقصد بیان فرما دیا کہ ایک علمی اور دینی مدرسہ کے تعلیمی سال کا افتتاح ہو رہا ہے ایسی تقریب میں ناچیز کو بھی دعوت دی۔ یہ آپ حضرات کی ذرہ نوازی ہے۔ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس کرم کا شکر گذار ہوں۔ اس وقت کوئی خاص مضمون بیان کرنا نہیں، نہ قابلیت ہے نہ صلاحیت، متشتت طور پر دو تین باتیں عرض کروں گا۔ انشاء اللہ

محترم بزرگو! علوم تو بہت سے ہیں، کالجوں، یونیورسٹیوں۔ سکولوں میں علوم حاصل کئے جاتے ہیں۔ لوگ انہیں علم سمجھتے ہیں، ٹھیک ہے دنیوی زندگی کے لئے ان شعبوں میں بہت سے شعبے ایسے ہیں جن کو حاصل کرنا چاہیئے، لیکن وہ علم جس سے اللہ جل مجدہ راضی ہو، جس سے آخرت کی خوشنودی حاصل ہو وہ ہے علم دین۔ اللہ کے ہاں قبولیت جو ہے وہ ہے علم دین کی۔ تو علم دین اللہ تعالیٰ کی جانب

سے بہت بڑی نعمت ہے، ہم اور آپ جو یہاں جمع ہیں تو یہ اللہ کا کرم ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جہاں پر علم دین کے طلبہ جمع ہوں، قرآن و حدیث کا دور دورہ ہو تو فرشتے رحمت کے سیاحین جو ملک کے اندر گھومتے ہیں یہاں انہوں نے دین کے طلبگاروں کو دیکھا تو فرشتے ان کے احترام کی خاطر پر بچھا دیتے ہیں، آپ کسی کی تعظیم و احترام کے لئے دری، چٹائی بچھاتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ قالین بچھا دیتے ہیں۔ پھول نچھاور کرتے ہیں۔ لیکن میں آپ سے عرض کروں کہ اس وقت ہم یہاں اور آپ سب طلبۂ دین میں شمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبولیت عطا فرماوے ۔۔۔ تو کیا معلوم کتنے فرشتوں نے آپ کے قدموں کے سامنے پر بچھا دئیے ہوں اور عرش سے رحمتیں ایسی مجالس علم پر نازل ہوتی ہیں تو ان سیاحین فرشتوں کے اس مجمع سے لیکر عرش تک پرے لگ جاتے ہیں اور پھر اطراف واکناف سے بھی فرشتوں کو بلاتے ہیں کہ یہاں ہے ہمارے مقصد کی جگہ یہاں آؤ۔ تو وہ آکر ایک دوسرے پر قطار کی شکل میں عرش تک قطار بنا لیتے ہیں تاکہ عرش معلّی سے نازل ہونے والی رحمتوں کی جو بارش وہ ہم پر سے ہو کر گذرے اور ہم بھی رحمت کے مورد بن جائیں تو ایسا مجمع نہایت بابرکت ہوتا ہے۔

۔۔۔ تو علم دین کا مقام جیسا کہ ابھی قاری صاحب نے چند آیتیں سورۃ والضحیٰ کی تلاوت فرمائیں اور اس سے مجھے خیال ہوا کہ اسی سورۃ کی چند آیات پر کچھ عرض کروں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے احسانات فرمائے من جملہ ان احسانات میں سے تین احسانات کو اس سورۃ میں ذکر کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:
الم یجدک یتیماً فآوی۔ اے پیغمبر! تو یتیم اور دریتیم تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ٹھکانے کا انتظام رب العزت نے فرمایا اور تمہیں جگہ دے دی۔ ابھی حضور اقدسؐ دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا پھر والدہ کا انتقال ہوا۔ پھر دادا کا پھر حضرت ابو طالب نے خدمت کی وہ بھی کچھ عرصہ بعد چلے گئے۔

علماء نے بہت سے نکتے بیان فرمائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہزاروں یتیم ہوں گے۔ اور دلوں میں یہ سوچیں گے کہ ہم تو یتیم ہیں ہم نے باپ دادا کی شفقت کا ہاتھ نہیں دیکھا جب وہ دل میں یہ سوچیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بھی یتیم تھے۔ تو کہیں گے کہ ہمارے لئے یہ نعمت کچھ کم ہے کہ ہم تکوینی طور پر حضور اقدسؐ کے ساتھ اس وصف میں شریک ہو گئے تو یتیم کے لئے یہ بڑے حوصلے کی چیز ہو گی اور اس میں اور بھی بہت سے نکتے ہیں۔

ایک یہ بھی کہ یتیم کا تربیت کرنے والا تو کوئی ہوتا نہیں اس کو علوم سکھانے والا اس کو آداب اور اخلاق سکھانے والا، اس کو تہذیب سکھانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ خصوصاً عرب میں جہاں نہ کالج تھا نہ سکول تھا نہ مدرسہ تھا۔ لیکن اللہ کو جو منظور تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو وہ روشنی دی جائے، وہ علوم عطا کئے جائیں جس کا مقابلہ کوئی بھی قیامت تک نہ کر سکے اور نہیں کر سکتے اللہ نے چیلنج دیدیا کہ اسکی صداقت میں شک ہو تو جواب اور اس کا توڑ پیش کر دو۔

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدا ئکم من دون اللہ ـــــ جس در یتیم نے کسی سے پڑھا نہیں، کسی سے سیکھا نہیں، کسی نے شفقت کا ہاتھ اس کے سر پہ پھیرا نہیں آداب سکھائے نہیں وہ تمام دنیا کے معلم اخلاق اور معلم آداب بنے۔ تو اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں سکھایا پڑھایا اور اللہ ہی نے خود انہیں تربیت دی ـــ بہر تقدیر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے پیغمبر آپ کی حالت یتیمی کی تھی۔ اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا۔ اللہ نے یہ نعمت آپ پر فرمائی ـــــ

دوسری نعمت یہ کہ ـــ ووجدک عائلاً فاغنیٰ ـــ آپ عیالدار تھے۔ آپ نقیر تھے، رب العزت نے آپ کو غنی کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضؓ نے خود نکاح کی درخواست کی۔ حضور اقدس ؐ نے ان سے نکاح فرمایا۔ حضرت خدیجہ رضؓ نے ساری دولت حضور اقدس ؐ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کر دی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پہ خرچ کر دیا۔ آپ کی شان یہ تھی کہ :

انک لتحمل الکل وتصل الرحم	مصیبت زدوں کا بوجھ اٹھاتے صلہ رحمی
وتقری الضیف وتعین علی	فرماتے مہمان نوازی کرتے اور مصیبتوں میں
نوائب الحق۔	لوگوں کی اعانت فرماتے۔

لاکھوں ہزاروں روپیہ جو ہاتھ میں آیا اسے مکہ کے غریبوں مسکینوں بیواؤں محتاجوں میں تقسیم کر دیا۔ غناء قلب تو تھی ہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غناء ظاہری بھی اللہ نے عطا فرما دی۔

مزید ایک اور نعمت کا بیان ہے ؛ ووجدک ضالاً فھدیٰ ـــ اے پیغمبر آپ اللہ کی محبت میں اور تلاش میں اللہ کے پاس پہنچنے کی تڑپ میں سرگرداں تھے کہ وصول الی اللہ کس طرح ہوسکتی ہے اور جلد ہو۔

آپ خدا کے عشق میں سرگرداں تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے راستہ بتلادیا۔ قرآن مجید کو نازل

فرمایا۔ وحی متلو اور وحی غیر متلو سے اللہ نے نوازا ـــــــ اب یہ تین نعمتیں اللہ نے اس سورۃ میں ذکر فرمائی ہیں ـــــــ۔

ہم لوگ بھی ذرا سوچتے رہیں بچپن میں ہماری کیا حالت تھی، کتنے کمزور تھے۔ آج کچھ طاقت اگر ہم میں ہے تو یہ کس نے عطا فرمائی ـــــــ؟ رب العزّت ہی نے ـــــــ ماں کے پیٹ سے جب آئے تھے تو ننگے تھے نہ کپڑے تھے نہ دولت تھی۔ آج اگر یہ سب کچھ ہے تو ذرا سوچیں کہ یہ دولت مجھے کس نے دی ہے۔ ربّ العزت ہی نے دی۔ پیدائش کے وقت ہمارے پاس کوئی چیز نہ تھی، نہ علم تھا نہ فہم۔ آج اگر علم ہے ہنر ہے تو یہ سب رب العزّت ہی نے عطا فرمایا۔ اب ان نعمتوں کا حق کیا ہے۔ اس کے کیا تقاضے ہیں۔ تو تینوں نعمتوں کی شکر گذاری کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام اور ان کے واسطہ سے ساری امت کو بتلا دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیغمبر تین چیزیں رب العزّت نے آپ کو عطا فرمائیں ایک تو یہ کہ آپ یتیم تھے اللہ نے ٹھکانا عطا فرمایا۔ اس نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ :

فاما الیتیم فلا تقھر — جو یتیم تیرے پاس آئے اس پہ غصّہ بالکل مت کرو۔

حدیث میں آتا ہے کہ یتیم کے سر پہ شفقت کا ہاتھ پھیرنے والے کے گناہ یتیم کے سر کے بالوں کے برابر جھڑ جاتے ہیں۔ دس ہزار ہیں تو دس ہزار، بیس ہزار بال ہیں تو بیس ہزار گناہ اس کے معاف ہو جاتے ہیں۔ اور حضورِ اقدسؐ نے فرمایا کہ :

انا وکافل الیتیم کھاتین۔ — میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔

یتیم خواہ بھتیجا اور بھانجا ہے، چچا کی اولاد ہے، کوئی قریبی رشتہ دار ہے یا غیر قریبی شخص۔ اس میں قریب اور غیر قریب کا سوال نہیں، رشتہ دار کی تربیت وکفالت میں تو دو اجر ملیں گے۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہم دونوں ایسے ہوں گے جیسے دو انگلیاں قریب ہوتی ہیں۔ اور درمیانی انگلی لمبی ہے۔ تو شانِ نبوت کی وجہ سے نبی کا درجہ تو آگے ہوگا۔ مگر یہ دوسری انگلی بھی اس کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ دو انگلیوں کے درمیان باریک سی روشنی ہوتی ہے۔ ایک خط سا بیچ میں فاصل ہے تو امتی اور نبی کے درمیان جو بھی تو رہے گا۔ مگر یہ سعادت کچھ کم ہے کہ جو یتیم کا پالنے والا ہو۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا ـــــــ اور جو یتیموں کا بھتیجوں کا رشتہ دار

یتیموں کا مال کھائے گا۔ ان کے لئے کیا حکم ہے۔ فرمایا:
انّما یاکلون فی بطونھم نارا یہ لوگ آگ کھاتے ہیں، آگ۔
جو یہ سمجھتے ہیں کہ چچازاد بھائی کا مال ہے کھاتے رہو، بڑا ہوگا تو پھر دیکھا جائے گا ان کے پیٹ میں درحقیقت جہنم کی آگ جاتی ہے ـــــ تو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو تلقین فرمائی کہ تو یتیم کو کبھی نہ ڈانٹ، یتیمی کی حالت تو آپ پر گذری ہے۔ اور جو فقیر و مسکین سامنے آئے اور جو سائل بھی آپ کے سامنے آئے اُسے بھی کبھی نہ ڈانٹ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب بھی کوئی سائل آیا۔ آپ نے لا نہیں کہا کبھی انکار نہیں کیا۔
ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اشھد ان لا الٰہ الّا اللہ میں لا ہے۔ اگر اس میں بھی نہ ہوتا تو آپ کی زبان مبارک پر کبھی لا آیا ہی نہ ہوتا۔ یہ کلمۂ شہادت کی لا تو ... ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اوروں کو فقر و فاقہ کا احساس ہو یا نہ ہو آپ کے اوپر تو فقیری کا دور گذر چکا ہے۔ اب اس کے بارے میں خدا کی اس نعمت کا خاص شکر ادا کر، نہ کسی محتاج کو ڈانٹ نہ کسی کو محروم کر۔ اور ان دو نعمتوں کے شکریہ کے ذکر میں اللہ رب العزت نے تعبیر اور اظہار کا عنوان بصیغۂ نعمت پر نہیں فرمایا۔ اتنا فرمایا کہ ـــــ الم یجدک یتیما فآوی ـــ شکریہ میں فرمایا ـــــ فامّا الیتیم فلا تقھر ـــ اور فرمایا: ووجدک عائلا فاغنی ـــــ شکریہ میں فرمایا: فامّا السائل فلا تنھر ـــــ لیکن وہ جو اللہ کے پاس پہنچنے کا راستہ ہے، جس کو ہدایت کہا جاتا ہے جس کو علم کہا جاتا ہے جس کو دین کہا جاتا ہے۔ جس کا ذکر ـــــ ووجدک ضالا فھدی میں ہے۔ اس کے شکریہ کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ اس کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں کہ ـــــ
وامّا بنعمۃ ربک فحدّث ـــــ تو اس کی تعبیر اللہ نے نعمت سے فرمائی۔ پہلی چیزیں بھی نعمت ہیں، مگر اس کی تعبیر نعمت سے نہیں ہوئی ـــــ آج اگر دولت کسی کو مل جائے تو ہم لوگ تو اس پر خوش ہوتے ہیں کہ بس یہی نعمت ہے۔ کہ دولت ملی، جوانی ملی، حکومت ملی، سلطنت ملی۔ بھئی اگر وزارت بھی مل جائے۔ وزیراعظم بھی بن جاؤ۔ تو ہامان بھی تو وزیراعظم تھا اگر تمہیں صدارت مل جائے یا دستاہت بھی ملے تو فرعون کو بھی تو ملی تھی۔ آج دنیا میں کتنے کافر وزراء اعظم ہیں، کتنے کافر صدر ہیں۔ یہ تو کوئی چیز نہیں۔ لوگوں کی نظر صرف دنیا پر ہوتی ہے۔
اللہ نے فرمایا کہ جب تمہیں خدا نے دولت دی تو اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو جب تمہیں خدا نے طاقت دی۔ تو یتیموں کو پالتے رہو۔ لیکن ایک چیز اسے جیرے حبیب ایسی ہے کہ وہ

اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور بھی نعمتیں ہیں لیکن علم دین کے مقابلہ میں وہ اس قابل نہیں کہ انہیں نعمت کہا جائے۔ رب العزت نے ان کا نام عنوان نعمت سے نہیں فرمایا اور دین کو اور علوم دینیہ کو تعبیر کیا نعمت سے۔ فرمایا گیا۔ واما بنعمة ربك فحدث۔ اب شکر یہ ہے کہ جو کچھ بھی آپ کے پالنے والے نے نعمت دی ہے۔ جو وحی آپ پر بھیجی قرآن وحی متلو اور جو احادیث ہیں۔ وحی غیر متلو اس کو دنیا میں پھیلاتے رہو۔ اور خرچ کرتے رہو۔ آج ہم اسی مقصد اشاعت علم دین کی خاطر جمع ہیں اور یہ نعمت دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ اور درحقیقت یہ اللہ کے کرم اور مہربانی ہے۔ دنیا تو اس کی بے قدری کرتی ہے۔

لیکن اللہ کی نگاہ میں صرف یہی ایسی چیز ہے کہ جسے نعمت کہا جائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العلماء ورثة الانبیاء۔ اس سے زیادہ بڑھ کر اور کیا چیز ہوگی۔ علم دین حاصل کرنے والے اسکی خدمت کرنے والے علم دین اور علماء کے ساتھ لگاؤ رکھنے والے وہ کون ہیں۔ وہ ورثۃ الانبیاء ہیں۔ تو یہ کتنا بڑا مقام ہے۔ ہمیں میراث کی دولت ملی۔ اور میراث میں وہ چیز ملی ہے جو مورث کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔ تو پیغمبروں کے ساتھ جو مخصوص چیز ہے۔ وہ ہے علم دین اور علوم نبوت۔ تو اصل چیز حاصل کرنے کی یہ ہے۔

محترم بزرگو! علم دین اللہ کی بڑی نعمت اور بڑا احسان ہے۔ اگر فرشتے طلبہ کیلئے پر بچھائیں تو جو لوگ طلبہ اور مدارس عربیہ کی سرپرستی کرتے ہیں۔ طلبہ کی پشت پناہی کی ان کے سروں پر ہاتھ رکھا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ انہیں بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کا مورد بنا دیں گے۔ کیونکہ آپ مدرسہ والوں کے حوصلے بلند کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے مدارس باقی و جاری ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ قیامت سے پہلے ایک دور آئے گا کہ لوگ علماء سے نفرت کریں گے۔ اور وہ نفرت ذاتیات کی بناء پر نہیں بلکہ اسی لئے کہ یہ لوگ ان کے خیال میں وقت کو ضائع کرتے ہیں۔ آج بہت سے لوگ علماء کے بارہ میں کہتے ہیں کہ یہ خواہ مخواہ تضیع وقت کر رہے ہیں۔ اللہ ربی۔ میں کیا عرض کروں کہ یہ تضیع اوقات ہے۔ ہم نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جس وقت اس ملک میں انگریز آئے، سکھوں کا حملہ ہوا۔ ان کافروں نے مل کر اسلام کو اسی ملک سے مٹانا چاہا تو حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ حضرت مولانا محمد قاسمؒ اور جو ان کے معاون تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر رحمتیں نازل فرمائے۔ انہوں نے یہ سوچا کہ نہ تو ہمارے پاس پولیس ہے نہ فوج ہے نہ طاقت نہ دولت ہے ہم ان دشمنوں سے، ہندؤں سے، سکھوں سے، یا انگریز

کا مقابلہ اور دین کا تحفظ کس طریقے سے کر سکتے ہیں۔؟ تو انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور آج ہم اور آپ سو برس کے بعد بھی دیکھ رہے ہیں کہ بحمداللہ دین محفوظ ہے۔ یہ نورانی چہرے یہ جتنے ڈاڑھی والے لوگ آپ دیکھ رہے ہیں، جتنا بھی اسلامی تمدن اور تہذیب ہے، اسلامی سیاست اسلامی معاشرہ، اسلامی اخلاق، اسلامی کردار جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں یہ ان علماء حق کے مساعی کا نتیجہ ہے اگر یہ ان دینی مدرسوں کی بنیاد نہ رکھتے تو آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ کیا یہ دین باقی رہ جاتا تو حقیقت یہ ہے کہ آپ اس چیز کو بیکار نہ سمجھیں، جہاں صبح شام درس قرآن ہوتا ہو، درس حدیث ہوتا ہو۔ پانچ وقت لاؤڈ سپیکر سے اذان ہوتی ہو، جیسے قرب وجوار کے لوگ سنتے ہوں جمعہ کے دن تقریر ہوتی ہو تو اسلام کی باتیں مسلمانوں کے کانوں میں پڑتی رہتی ہوں۔ کیا یہ تھوڑی برکت ہے ان مدارس کی۔

الحمدللہ کہ آج ہم لا الہ الا اللہ پہ فخر کرتے ہیں باوجود کہ ملک میں اسلام کی تباہی اسلام کو نیست ونابود کرنے کی کوشش ہوتی رہی، مگر نہیں کر سکے۔ تو یہ برکت ان علماء کی ہے جنہوں نے دین کو پھیلانے کی خدمت کی۔ کئی عرب ممالک میں آپ چلے جائیں تو وہاں بھی انقلاب آیا پھر اس کے بعد بھی اسلامی حکومتیں اور مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ لیکن کافروں کی تہذیب وتمدن نے اپنے اثرات بہت زیادہ چھوڑ دئے۔

بھائیو! دیکھو اگر تمام عمر کالجوں میں اور سکولوں ہی میں گذر جائے، صرف وہاں ہی پڑھا ہو اور وہی لوگ مسلمانوں کے افسر بن جائیں تو وہ تو وہی کچھ سکھائیں گے جو انہوں نے سیکھا ہو پڑھا ہو ــــــ کلے اناء یترشح بمافیہ۔ ہر برتن میں جو ہوگا وہی ٹپکے گا۔ تو جس نے تمام عمر انگریزی تہذیب، انگریزی تمدن میں گذاری ہو، وہ موزنسے تنگ کا مرید ہو یا کسی اور کا مرید ہو وہ آپ کی دینی تربیت کیسے کرے گا۔؟

وہ تو حضرت عمرؓ تھے دینی تربیت کرنے والے جنہوں نے قرآن وحدیث کو پڑھا اور پھر دین کو پھیلایا وہ تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تھے کہ دین کو پھیلایا تو جو لوگ دین سے ناواقف ہیں وہ لوگوں کو دین کیا سمجھا سکیں گے جو خود چور ہوں وہ کیا لوگوں کو چوری سے روک سکتے ہیں؟ جو خود شرابی ہوگا وہ کہاں لوگوں کو منع کر سکے گا جو خود سود کا کاروبار کرتا ہوگا وہ اسے ملک بھر سے کیسے ختم کرے گا۔ جو خود زنا کرتا ہو کیا وہ زنا سے روک سکتا ہے۔؟ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم ــــــ تو یہ مسئلہ بڑا پیچیدہ ہے۔

حضرت عمر کی قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں، انہوں نے اعلان کیا تھا کہ جو بھی دوکاندار دکان پر بیٹھے گا وہ اس زمانہ کے لحاظ سے سند پیش کرے گا کہ اسے بیع کے احکام معلوم ہیں یا نہیں۔؟ بیع کی تعریف کیا ہے۔؟ سود کسے کہتے ہیں؟ تولیہ، مرابحہ کسے کہتے ہیں۔۔؟ اس لئے کہ جب آپ تجارت کرتے ہیں تو تجارت کے مسائل سے واقف ہوں ــــ نکاح کرتے ہیں تو نکاح کے مسائل معلوم کریں، نماز پڑھتے ہیں تو نماز کے مسائل۔ حج کرتے ہیں تو حج کے مسائل معلوم کریں۔ اسی طرح تجارت اور کاروبار کے بھی مسائل اور احکام ہیں۔ تو اس کے مسائل معلوم کرنا ضروری ہے۔ حکومت کریں تو اسلامی حکومت کے احکام معلوم کرنے چاہئیں۔

میں انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کی برائی نہیں کرتا مگر جن کی عمریں ساری کی ساری امریکہ میں گذریں، تعلیم وہاں پائی، لندن میں تمدن سیکھا، وہی طبقہ یہاں آکر مسلمانوں پر مسلط ہو گیا وہ انہیں کیا سکھائے گا۔ اور کیا بتلائے گا۔؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن راستہ پر جا رہے تھے، ان کے ساتھ چند ساتھی بھی تھے تو کسی نے انہیں گالی دی، بہت سی گالیاں دیں۔ مگر حضرت عیسیٰ نے جواب میں دعائیہ کلمات کہے تو شاگردوں نے حضرت عیسیٰؑ سے عرض کیا کہ اس نے گالی دی، آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ فرمایا کہ برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اس سے نکلے گا۔ جب برتن میں پیشاب ہو آپ اس میں سونے کا ڈھیلہ بھی پھینک دیں تو چھینٹے جو اڑ اڑ کر پڑیں گے تو پیشاب ہی کے پڑیں گے۔ اور جس برتن میں دودھ ہو، شہد ہو۔ آپ جو بھی چیز اس میں پھینک دیں، گوبر کیوں نہ ماریں، دودھ یا شہد ہی باہر گرے گا۔

تو انسان کے دل و دماغ میں جو بھی تعلیم و تمدن ہوگا وہی ظاہر کرے گا۔

الغرض علماء کرام کی یہ برکات ہیں کہ دین کا چرچہ ہے۔ یہ لوگ دین کی خدمت کے لئے کمربستہ ہوئے، میدان میں نکل آئے ورنہ دیگر عرب اور افریقی ممالک کی طرح یہاں بھی حالت بے خد خراب ہو چکی ہوتی۔ اس دن افریقہ کے کچھ دوست تبلیغی جماعت والے حضرات آئے تھے تو میں نے اُن سے وہاں کی حالت پوچھی۔ کہا کہ افریقہ میں مسلمان تو ہیں۔ لیکن یورپین لباس میں ہیں مرد اور عورت سب اس طریقہ پر ہیں۔ اور وہ جو فرمایا کہ جس وقت لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ علماء سے نفرت ہو تو دوسری حالت بھی بیان ہوئی کہ امت، عمارتوں بلڈنگوں پر فخر کرنے لگ جائے گی، ایک کہتا ہے میری بلڈنگ بہت اچھی ہے، دوسرا کہتا ہے میری دوکان چوراہے پر ہے، میری دوکان

بڑی سڑک پر بنے بازاروں پر فخر ہونے لگ جاتے۔ تجارتی منڈیوں پر فخر ہو اور اس پر کوئی فخر نہ کرے کہ مسجد کیلئے مدرسہ کے لئے کتنی اونچی عمارتیں تعمیر ہونی چاہئے۔

تو بھئی ہم تجارت سے منع نہیں کرتے کاروبار دنیا سے نہیں روکتے، امام ابوحنیفہؒ جن کے ہم مقلد ہیں۔ وہ بھی تاجر تھے۔ لیکن دس روپے کی اگر کوئی چیز خرید کر گھر لے جاتے تو اتنے ہی رقم کی چیزیں شہر کے محدثین اور علماء کے گھروں میں بھیج دیتے، اتنا ہی کپڑا اتنا ہی سازو سامان اہل علم میں تقسیم کر دیتے۔ کپڑوں کی تجارت فرماتے، ایک بڑھیا نے آکر خواہش ظاہر کی کہ یہ چادر جتنے میں پڑی ہے، اتنی پر مجھے دیدیں۔ فرمایا اچھا دو روپیہ دیدو۔ بڑھیا نے کہا مجھ سے مذاق کرتے ہو یہ تو سینکڑوں کی شال ہے اور دو چار روپیہ کیوں دام بتاتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے دو شال خریدے تھے۔ اب باقی ساری رقم تو ایک شال بیچ کر پوری ہوگئی اور اتنا ہی رقم کم رہ گیا۔ تو کسی اور پہ بیچتا تو چار سو میں بیچتا۔ مگر تم نے کہا کہ جتنے میں پڑی ہے۔ اب اس طرح یہ چادر مجھے دو چار روپے ہی کی پڑی ہے۔ تو ایمانداری کا تقاضا ہے کہ یہی رقم مانگی جائے۔

امام بخاریؒ بھی مضاربت سے تجارت کیا کرتے۔ کہتے ہیں کہ عصر کے وقت کچھ کپڑے اور سامان آیا۔ دوکاندار کو اطلاع ہوئی، آکر دوکاندار نے کہا کہ مجھے یہ مال پانچ سو اشرفی منافع پر دیدیں امام بخاریؒ نے فرمایا کہ بھئی رات گذرنے دو، ابھی تو آیا ہے، اتنی جلدی کیا ہے۔ پھر دیکھا جائے گا۔ وہ شخص چلا گیا۔ صبح دوسرا تاجر آیا اس نے ایک ہزار اشرفی منافع پیش کیا۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ کل جس شخص نے پانچ سو منافع دینا چاہا تھا اسی پہ بیچنا ہے۔ اگرچہ ان سے بیع نہیں ہوئی تھی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ مگر فرمایا کہ میرا دل اسی وقت اس شخص پہ بیچنے پر مائل ہوگیا تھا۔ تو یہ تجارت بھی ایسی تھی جس کی برکت سے دین پھیلا ہے۔ فلپائن انڈونیشیا میں بھی ایسے ہی تاجروں کے ذریعہ دین پھیلا۔ ان کے معاملات کو دیکھ کر سارا ملک مسلمان ہوگیا۔ انہوں نے اسلام کو تجارت میں عملاً پیش کر دیا تھا۔

—— تو اسلام ایسے کاروبار سے منع نہیں کرتا۔ مگر آج تو ہم راتوں رات بلڈنگیں کھڑی کرنا چاہتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں فرمایا کہ لوگ عمارتوں پر فخر کریں گے۔ اور نکاح شادی بھی دولت کی بنا پر کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی تو لڑکی کو دیکھتا ہے کوئی دولت کو، کوئی حسن وجمال کو۔ گویا فرمایا کہ حسن وجمال اور دولت کو چھوڑ دیجئے یہ معلوم کریں کہ سیرت کیسی ہے۔ دین کیسا ہے۔ دولت کو چھوڑیں دولتمند عورت تو تجھے حقیر سمجھے

ہ ایسا غریب شوہر تو میری جوتی کے برابر ہے۔ نسب کو بھی چھوڑیں وہ تو کہے گی کہ تو تو کمینہ ہے۔ نسب ہے۔ میں تو سیدہ ہوں، پٹھان ہوں ——— تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے فرمایا کہ فاظفر بذات الدین۔ دین والی بیوی کو حاصل کرنے کی کوشش کرو، لڑکی دیندار ہو، یہی حال لڑکے کا ہونا چاہیئے۔ صرف یہ کافی نہیں کہ ملازمت کیسی ہے۔ ؟ بالائی آمدنی کیسی ہے ؟ رشوت کتنی ملتی ہے۔ ؟

الغرض آج کل زبانی جمع خرچ جیسا بھی ہو ۹۹ فیصد لوگ، دولت کے پیچھے پھرتے ہیں لیکن اگر لڑکا دیندار ہوگا تو سب کے حقوق ادا کرے گا۔ ساس اور خسر کی قدر کرے گا، عزت کرے گا۔ کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اب تم نے لڑکی خالص دنیاداری کی وجہ سے کسی کو دی جو دین سے عاری ہے۔ تو وہ متکبر انگریزی تہذیب میں ڈوبا ہوا، دولت کے نشے میں مست شراب کے نشے میں ڈوبا ہوا وہ رشتہ داروں کو کیا پوچھے گا، جو اپنے ماں باپ کو نہ جانے وہ ساس سسر کو کیا جانے گا ———

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کا نکاح ایک غریب دودھ بیچنے والی بڑھیا کی بیٹی سے کرایا۔ اس لئے کہ اس بچی کے دل میں خدا کا خوف تھا۔ اور وہ اپنی ماں کو دودھ میں پانی ملانے سے روک رہی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے نسل کو دیکھا نہ نسب کو، نہ دولت نہ شہرت، بس یہی بات کہ اس لڑکی کے دل میں خدا کا خوف تو ہے۔ حالانکہ قیصر و کسریٰ اور سلاطین کی شہزادیاں باندیوں کی طرح تقسیم ہوتی تھیں۔ اور حضرت عمرؓ کے بیٹوں سے نسبت ہر شخص کے لئے باعث تخر بات تھی ———

الغرض تجارت، معاشرت، تہذیب و تمدن ہر چیز کی اصلاح قرآن و سنت کے احکام اور تعلیمات ہی سے ہو سکتی ہے۔ اور یہ چیز ان مدارس عربیہ ہی سے پھیل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مراکز کو قائم و دائم رکھے اور اسے ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دعا کے بعض فقہی و علمی پہلو

حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ
مدرس و مفتی دارالعلوم حقانیہ

دُعا کے آداب

دُعا عبادت ہے | نماز روزہ کی طرح دعا بھی ایک عبادت ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: الدُّعاء هو العبادة (الترمذی) یعنی دعا عبادت ہے — نیز اللہ تعالیٰ نے دعا کو عبادت فرمایا ہے۔ ارشاد ہے: قَالَ رَبُّكُمْ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَمَنْ يَسْتَكْبِرْ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ۔ ترجمہ: مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ اور جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں۔ وہ ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے —

صرف یہی نہیں بلکہ دعا ایک عظیم عبادت ہے۔ پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں: اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (ترمذی شریف) ترجمہ: دعا عبادت کا مغز ہے یعنی کامل عبادت ہے — کیونکہ عبادت اس تعظیم اور عاجزی کا نام ہے۔ جو کہ کسی ذات کے لئے تسلط غیبی من حیث العلم والقدرۃ کے اعتقاد پر کیا جائے۔ اور دعا کرنے میں یہ حقیقت واضح طور سے موجود ہے۔ لہٰذا دعا مخ العبادت ہوگی۔

دعا تقدیر سے متصادم نہیں ہے | بعض اذہان میں یہ بات آجاتی ہے۔ کہ چونکہ تقدیر میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا دعا کرنا عبث ہوگا۔ لیکن یہ زعم فاسد ہے۔ کیونکہ جو چیز عبادت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطلوب ہو۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معمول رہا ہو۔ تو وہ کسی طرح عبث میں شمار نہیں ہوسکتی۔ نیز دعا بھی ایک سبب اور ذریعہ ہے۔ تو عالم اسباب میں جس طرح دیگر اسباب کا ارتکاب تقدیر سے متصادم نہیں ہے تو اس طرح دعا کا توسط بھی تقدیر سے متصادم نہ ہوگا۔

دعا کے آداب | دعا کے لئے بہت سے آداب ہیں۔ جن کی رعایت حسب تفاوت درجات اہم ہوگی۔

۱۔ اوّل یہ کہ ہاتھ اٹھائے۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ

فی الدُّعاءِ (بیہقی) ترجمہ: پیغمبر علیہ السلام دعا کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے ـــــ لیکن نماز میں دعا کرنے کے وقت ہاتھ نہ اٹھائے گا۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِہٖ۔ (ابن شیبۃ) ترجمہ: پیغمبر علیہ السلام نماز سے فارغ ہونے سے قبل ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

۲۔ یہ کہ حمد و صلوٰۃ پڑھے۔ اِذَا صَلَّیْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللّٰہَ بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَصَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ ادْعُہٗ۔ (ابی داؤد شریف) ترجمہ جب تم نماز پڑھے اور دعا کے لئے بیٹھے تو اللہ تعالیٰ کا شایانِ شان حمد وثنا کرو۔ اور مجھ پہ درود پڑھو۔ اور اس کے بعد دعا کرو۔

۳۔ یہ کہ جائز سوال کرے۔ گناہ کا سوال نہ کرے۔ یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَۃِ رَحِمٍ (مسلم شریف) ترجمہ: بندہ کا درخواست قبول کیا جاتا ہے۔ جب تک گناہ اور قطع رحمی کا سوال نہ کرے۔

۴۔ یہ کہ پورے حضور اور توجہ سے دعا کرے۔

۵۔ یہ کہ اجابت کا یقین اور اعتقاد رکھے۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے۔ کہ اُدْعُوا اللّٰہَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَۃِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاہٍ (ترمذی شریف) یعنی مقبولیت اور اجابت کا یقین کرتے ہوئے دُعا کرو۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ایسے دل کی درخواست منظور نہیں کرتا ہے۔ جو کہ غفلت اور لعب میں مبتلا ہو۔

۶۔ عزم اور اصرار سے دعا کرے۔ اِذَا دَعَا اَحَدُکُمْ فَلَا یَقُلْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ وَلْیَعْزِمْ مَسْئَلَتَہٗ (بخاری شریف) ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے۔ تو ایسا نہ کہے۔ کہ اللہ مجھے بخش دو اگر تو چاہے۔ بلکہ عزم سے سوال کرے۔

۷۔ یہ کہ دُعائیہ کلمات کو تین دفعہ مکرر کرے۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یُعْجِبُہٗ اَنْ یَدْعُوَ ثَلٰثًا۔ (مسلم شریف۔ ابو داؤد شریف)۔

۸۔ یہ کہ قبولیت کے لئے جلد بازی نہ کرے۔ بلکہ حوصلہ اور ہمت کو بلند رکھے۔ یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ یَسْتَعْجِلْ۔ ترجمہ: بندہ کی درخواست قبول کی جاتی ہے۔ جب تک کہ عجلت نہ کرے۔

۹۔ یہ کہ دعا ہیئت اجتماعی سے ہو۔ لقولہ تعالیٰ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا وَکَانَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَدْعُوْ وَھَارُوْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ یُؤَمِّنُ۔ (قرطبی عن ابی العالیہ ص۳۷۵۔ ج) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے فرمایا۔ کہ تمہاری درخواست قبول کی گئی۔ اور انکی

دعا ہیئت اجتماعی سے تھی۔ کہ موسیٰؑ دعا فرماتے اور ہارونؑ آمین فرماتے۔ اور مسلم شریف میں ہے کہ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقىٰ بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ۔ یعنی ذاکرین کی جماعت وہ قوم ہے۔ جن کا ہم نشین محروم نہیں رہتا ہے۔ اس حدیث میں ذاکرین کی جماعت میں شرکت کی ترغیب ہے۔ وَلَا يَجْتَمِعُ مَلَأٌ فَيَدْعُوْا بَعْضُهُمْ وَيُؤَمِّنُ بَعْضُهُمْ اِلَّا اَجَابَهُمُ اللّٰهُ۔ (حاکم۔ کنز الاعمال) ترجمہ: جب ایک گروہ میں سے بعض دعا کریں۔ اور بعض آمین کہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتا ہے۔

مَا اجْتَمَعَ ثَلٰثَةٌ قَطُّ بِدَعْوَةٍ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَرُدَّ اَيْدِيَهُمْ۔ (دارمی۔ رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ) یعنی جب کم از کم تین شخص ہیئت اجتماعی سے دعا کریں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور قبول کرتا ہے۔

صاحب ہدایہ نے کتاب الحج میں لکھا ہے۔ کہ وَالْاِجَابَةُ فِى الْجَمْعِ اَرْجٰى۔ (اجتماعی حالت میں اجابت دعا کی زیادہ امید ہوتی ہے۔)

ایک اشکال اور اس کا جواب | یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ بعض صحابہؓ سے ہیئت اجتماعی سے ذکر کرنے پر انکار روایت کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ اثر دیگر احادیث مرفوعہ سے معارض ہے۔ جن میں سے بعض اوپر گذر چکے اور بعض کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلّم خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ هٰهُنَا قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ۔ (وفی آخرہ) اَتَانِىْ جِبْرَئِيْلُ علیہ السلام فَاَخْبَرَنِىْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِىْ بِكُمُ الْمَلٰئِكَةَ۔ (پیغمبر علیہ السلام ایک حلقہ پر گذرے۔ تو ان سے پوچھا۔ کہ کس چیز نے تم کو یہاں بٹھا رکھا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ ہم ذکر کے لئے بیٹھے ہیں۔ (اس حدیث کے آخر میں ہے۔) کہ اللہ تعالیٰ تم پر فرشتوں میں فخر کرتا ہے۔ اور جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے۔ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ (جب تم کبھی جنّت کے باغات سے گذرنے لگو۔ تو ان میں سے کچھ کھا لیا کرو۔ صحابہؓ نے سوال کیا کہ جنّت کے باغات سے مراد کیا ہے۔ تو فرمایا۔ کہ ذکر کے حلقے) پس اس تعارض کی وجہ سے احادیث مرفوعہ کو ترجیح دی جائے گی۔ اور اس اثر کو جہر مفرط وغیرہ عوارض پر محمول کیا جائے گا۔

۱۰۔ یہ کہ آمین کہے۔ جیسا کہ ابو داؤد شریف میں ہے۔ کہ اِنْ خَتَمَ بِاٰمِيْنَ فَقَدْ اَوْجَبَ (اگر اس دعا کرنے والے نے اپنی دعا کو آمین پر ختم کیا۔ تو اس نے اپنی دعا کو واجب الاجابت کیا۔

۱۱۔ یہ کہ دعا کے بعد ہاتھ منہ پر پھیرے۔ قال علیہ السلام فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا

وَجُوْهَكُمْ (ابوداؤد شریف) جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ۔ تو ہتھیلیوں سے منہ کو مسح کرو۔

۱۲۔ یہ کہ حرام خوری سے بچے۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں تصریح ہے۔

اوقات مقبولیت | دعا کے قبول ہونے کے لئے بہت سے اوقات ہیں۔ ان میں سے بعض یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اذان کے وقت۔ ۲۔ جنگ کے وقت۔ ۳۔ بارش کے وقت۔ قال علیہ السلام ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَأْسِ حِيْنَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَفِيْ رِوَايَةٍ وَتَحْتَ الْمَطَرِ۔ (ابوداؤد شریف) ترجمہ: دو دعا رد نہیں ہوتے ہیں۔ ایک اذان کے وقت۔ اور دوسری جنگ کے وقت جس وقت ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں۔

اور ایک روایت میں بارش کا وقت آیا ہے۔

۴۔ رات کے آخری حصہ میں۔

۵۔ فرائض کے بعد۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں تصریح ہے۔ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوٰتِ الْمَكْتُوْبَاتِ۔ (پوچھا گیا یا رسول اللہ علیہ السلام کونسی دعا جلدی سے قبول ہوتی ہے۔ فرمایا رات کے آخری حصہ میں اور فرائض کے بعد۔)

لفظ دُبُر کی تشریح | واضح رہے کہ دبر المکتوبات کا اطلاق جس طرح قبل السلام پر ہوتا ہے۔ اسی طرح بعد السلام پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔ مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ ثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَسْبِيْحَةً وَثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَحْمِيْدَةً وَاَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَكْبِيْرَةً۔ نیز دبر المکتوبات کا یہ مطلب نہیں کہ فرائض کے ساتھ متصل بلا حائل کیا جائے۔

ا۔ کیونکہ دبر ضد ہے قبل کا۔ پس جو ذکر وغیرہ فرائض پر مقدم نہ ہوں۔ تو وہ دبر ہوں گے۔

ب۔ نیز پیغمبر علیہ السلام نے تسبیحات کے متعلق لفظ دبر کا اطلاق کیا ہے۔ (جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ذکر کیا گیا۔ تو اگر یہ لفظ اتصال کا مقتضی ہو جائے۔ تو دعا اور تسبیحات کے درمیان جمع خلاف سنت ہوگا۔ کیونکہ دونوں کا یک وقت ادا کرنا ناممکن ہے۔ تو اگر پہلے تسبیحات پڑھی جائیں۔ تو دعا دبر المکتوبات نہ ہوگی۔ اور اگر پہلے دعا کی جائے۔ تو تسبیحات دبر المکتوبات نہ ہوں گی۔ حالانکہ ان میں کوئی بھی خلاف سنت نہیں ہے۔ اور اگر دعا کے بعد تسبیحات پڑھی جائیں۔ تو دعا سے فصل غیر معتد بہ ہوگا۔ (لانہ من السنن)

تو اسی طرح جب صلوٰۃِ راتبہ کے بعد دعا کی جائے۔ تو یہ فصل غیر معتدبہ ہوگا۔ (لانھا من السنن ایضاً) بلکہ صلوٰۃ راتبہ یعنی سنت مؤکدہ سے فصل بہ طریق اولیٰ غیر معتدبہ ہوگا۔ کیونکہ سنت مؤکدہ کا مکملات ہونے کی وجہ سے فرائض کے ساتھ اتصال اشد ہے، بخلاف تسبیحات کے، کیونکہ یہ قیامت کے دن فرائض کے قائم مقام نہیں ہو سکتے ہیں۔

ج۔ نیز فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ جو ذکر وغیرہ سنن مؤکدہ کے بعد کی جائے تو وہ دبر المکتوبات میں شمار ہوگا۔ جیساکہ علامہ شامیؒ نے رد المحتار میں ذکر کیا ہے۔ وَاَمَّا مَا وَرَدَ مِنَ الْاَحَادِیْثِ فِی الْاَذْکَارِ عَقِیْبَ الصَّلٰوۃِ فَلَا دَلَالَۃَ فِیْھَا عَلَی الْاِتْیَانِ قَبْلَ السُّنَّۃِ بَلْ یُحْمَلُ عَلَی الْاِتْیَانِ بِھَا بَعْدَھَا لِاَنَّ السُّنَّۃَ مِنْ لَوَاحِقِ الْفَرِیْضَۃِ وَتَوَابِعِھَا فَلَمْ تَکُنْ اَجْنَبِیَّۃً عَنْھَا فَمَا یُفْعَلُ بَعْدَھَا یُطْلَقُ عَلَیْہِ اَنَّہٗ عَقِیْبَ الْفَرَائِضِ۔ انتہیٰ (ص ۴۹۴-ج۱)

اور جیساکہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے۔ وما ورد انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول دبر کل صلوٰۃ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ۔ (الیٰ ان قال) لا یقتضی وصل ھٰذہ الاذکار بل کونھا عقیب السنۃ من غیر اشتغال بما لیس من توابع الصلوٰۃ یصح کونھا دبرھا (انتہیٰ) (فتح القدیر ص ۳۱۳ - ج ۱)

خیر القرون میں دعا مخصوص معمول نہ تھا ‏— علماء پر مخفی نہیں کہ خیر القرون میں ہیئت مروجہ سے (کہ امام اور قوم ہاتھ اٹھائیں) دعا کرنا معمول نہ تھا نہ فرائض کے بعد اور نہ سنن مؤکدہ کے بعد۔ نہ اللّٰھم انت السلام پڑھنے کے وقت اور نہ دیگر ذکر و دعا کرنے کے وقت۔ ومن ادعی فعلیہ الدلیل ولن یاتوا بہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ (جو کوئی ایسا دعویٰ کرے۔ تو اس کو دلیل لانا لازمی ہے۔ اور ہرگز دلیل اس کے پاس نہیں ہے۔ اگرچہ بعض دوسرے بعض کی مدد بھی کرے) لہٰذا ہیئت مخصوصہ کے ساتھ دعا کرنا بدعت لغوی ہوگا۔ خواہ فرائض کے بعد ہو یا سنن مؤکدہ کے بعد ہو۔ البتہ بعض دیگر مقامات میں ہیئت اجتماعی سے دعا کرنا ثابت ہے۔ مثلاً دوران خطبۂ جمعہ میں بارش کے لئے دعا کرنے کے وقت۔

جیساکہ بخاری شریف میں ہے۔ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَدَیْہِ وَیَدْعُوْ وَرَفَعَ النَّاسُ اَیْدِیَھُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ علیہ السلام یَدْعُوْنَ۔ ترجمہ: پس رسول علیہ السلام نے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔ اور رسول اللہ کے ساتھ اصحابؓ نے بھی ہاتھ اٹھائے جو کہ دعا مانگتے تھے ——— نیز انفرادی طور سے دعا کرنا ثابت ہے۔ خواہ رو بہ قبلہ ہو۔ جیساکہ حاکم کی

حدیث میں ہے۔ کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ رَفَعَ یَدَیْہِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَھُوَ مُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَۃِ فَقَالَ اللّٰھُمَّ۔ (الحدیث) یا روبہ قوم ہو۔ جیساکہ ابن شیبہ نے روایت کی ہے کہ : قَالَ اَبُوْ الْاَسْوَدِ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ الْفَجْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ اِنْحَرَفَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ وَدَعَا (انتھی) (ابو اسود فرماتے ہیں کہ میں نے۔ ترجمہ (فجر کی نماز رسول اللہ علیہ السلام کے ساتھ پڑھی۔ جب رسول علیہ السلام نے سلام پھیر لیا۔ تو قوم کیطرف متوجہ ہوئے۔ اور دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی) لیکن فرائض یا رواتب کے بعد دعا کا معمول ہونا ثابت نہیں ہے۔

حدیث قولی سے دونوں کا جواز ثابت ہے۔ | البتہ حدیث قولی سے جس کو امام ترمذیؒ نے روایت کی ہے۔ دونوں کا جواز ثابت ہے۔ کیونکہ تحقیق سالق کی بنا پر دبر المکتوبات دونوں پر صادق ہے۔ یعنی فرائض کے متصل ہو یا رواتب کے متصل ہو۔ اور دیگر روایات سے ہاتھ اٹھانا اور جماعت سے ہونا وغیرہ آداب ثابت ہیں۔ واذا ثبت الشیئ ثبت بآدابہ۔ (جب کوئی شئے ثابت ہوجاتی ہے۔ تو تمام آداب کے ساتھ ثابت ہوجاتی ہے۔) کی بنا پر تمام آداب کی رعایت کی جائیگی۔

آراء فقہاء کرامؒ | شرح شرعۃ الاسلام میں ہے۔ ویغتنم الدعاء بعد المکتوبۃ قبل السنۃ علی ما روی عن البقالی۔ (المعتزلی فی الاصول والحنفی فی الفروع) من انہ قال الافضل ان یشتغل بالدعاء ثم بالسّنۃ وبعد السنن والاوراد علی ما روی عن غیرہٖ وھو المشھور المعمول بہٖ فی زماننا کما فانّہ مستجاب بالحدیث ھامش الکوکب الدّری۔ (ص ۲۹۱ - ج ۲) قلتُ وقول البقالی ھو المروی عن جعفر بن محمد الصادق (اخرجہ الطبرانی)

خلاصہ یہ ہے کہ امام بقالی کے نزدیک جو کہ فروع میں حنفی ہے۔ اور اصول میں معتزلی ہے۔ فرائض کے ساتھ متصل دعا کرنا بہتر ہے۔ اور یہی مروی ہے۔ امام جعفر صادق سے۔ اور جمہور کے نزدیک معمول یہ ہے کہ سنن کے بعد دُعا کی جائے۔

آراء فقہاء محققینؒ | جمہور کے قول کو معتمد فقہاء نے مختار کیا ہے۔ جن میں علامہ شامیؒ اور ابن الہمام کی آراء کا ذکر ہوچکا ہے۔ اور بعض کا ذکر ابھی کیا جاتا ہے۔ ان میں سے صاحب البحر نے فرمایا ہے : لکن عندنا السنّۃ مقدمۃ علی الدعاء الذی ھو عقب الفراغ۔ (یعنی احناف کے نزدیک سنّت کو دُعا پر مقدم کیا جائے گا۔) (ص ۳۰۴ - ج ۱ البحر)

اور ان میں سے صاحب خلاصہ نے بھی فرمایا ہے۔ قال بعد الفریضۃ الاشتغال بالسنۃ اولیٰ من الاشتغال بالدعاء (خلاصہ ص ۹۵ - ج ۱) (ترجمہ: یعنی سنت کے ساتھ مشغول ہونا بہتر

ہے۔ بہ نسبت دعا کے ساتھ مشغول ہونے کے) اور نور الایضاح میں ہے: ویستحب للامام بعد سلامہ ان یتحول لتطوع بعد الفرض وان یستقبل بعدہ الناس ویستغفرون اللہ۔ (الی ان قال) ثم یدعون لانفسھم وللمؤمنین رافعی ایدیھم ثم یمسحون بھا وجوھھم واقرہ مراقی الفلاح والطحطاوی۔ (یعنی امام کے لئے مستحب ہے۔ کہ سلام کے بعد سنت پڑھے۔ اور اس کے بعد قوم کی طرف متوجہ ہوکر امام اور قوم استغفار کریں۔ اور اس کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعا کریں۔)

اور اشباہ والنظائر میں ہے۔ کہ الاشتغال بالسنۃ عقیب الفرض افضل من الدعاء (اشباہ نظائر ص ۱۲۷-۱۲۸) یعنی پہلے سنت پڑھنا افضل ہے بہ نسبت دعا کے۔ اور جمہور کی رائے کو قسطلانی نے احناف کیطرف منسوب کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد الساری میں فرمایا ہے: وعند الحنفیۃ یکرہ لہ المکث قاعدا الیشتغل بالدعاء لان القیام الی السنۃ بعد اداء الفریضۃ افضل من الدعاء والتسبیح والصلوٰۃ۔ (انتہیٰ) پس ایسی واضح روایات کے باوجود دعا بعد السنت کو بدعت بولنے حنفی کی حنفیت سے تعجب ہے۔

التزام مالا یلزم بدعت ہے واضح رہے کہ التزام مالایلزم بدعت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر انکار فرمایا ہے۔ جو کہ احرام کی حالت میں اپنے گھروں کو پیچھے کیطرف سے آنا اپنے آپ پر لازمی واجب قرار دیا تھا۔ اور اسی طرح عبد اللہ بن مسعودؓ کا انکار اس شخص پر جو کہ اپنے اوپر دائیں جانب کو موڑنا واجب سمجھے۔

اور یہ التزام دو قسم کا ہے۔ ۱- حقیقی۔ وہ یہ کہ غیر لازم اور غیر واجب کو لازم اور واجب ہونے کا عقیدہ رکھے۔ جیسا کہ حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ میں مذکور ہے۔ ۲- التزام حکمی اور وہ یہ کہ عقیدہ تو درست ہو۔ لیکن مخالفت کرنے والوں پر برا مانتا ہو — جیسا کہ آیت میں مذکور ہے۔

دوام اور التزام میں فرق واضح رہے کہ دوام الگ چیز ہے۔ اور التزام الگ۔ کیونکہ غیر لازم اور غیر واجب کا التزام بدعت ہے۔ اور اس پر دوام مستحب ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خَیْرُ الْعَمَلِ مَادِیْمَ عَلَیْہِ۔ (بہتر عمل وہ ہے جس پر دوام کیا جائے۔) مثلاً تہجد پر دوام مستحب ہے۔ پس ہیئت اجتماعی کے ساتھ دعا کرنا فرائض کے بعد ہو یا رواتب کے بعد ہو، بدعت ہے۔ جبکہ بطور التزام ہو — اور بلا التزام جائز ہے۔ البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا بیشک عوام کی اصلاح کے لئے اگر فرائض اور رواتب کے بعد بعض اوقات میں دعا ترک کی جائے تو بہتر ہوگا۔ وھذا المقام تفصیلی وفی ماذکرتہ کفایۃ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ کی یاد

یہ نظم اسی ماہ شاعر انقلاب حضرت علامہ انور صابری نے مولانا آزاد کے مزار پر ان کی سترہویں برسی کے سلسلہ میں منعقدہ تقریب میں پڑھی جو بے حد پسند کی گئی۔

ابوالکلام ہے علم و ادب میں نام ترا ۔۔۔ حریم عرش بصیرت میں ہے مقام ترا

رموز دانش و حکمت تری نگاہ میں تھے ۔۔۔ حقیقتوں کے خزانے تری پناہ میں تھے

نظر تھی صاحب ادراک، زندگی تیری ۔۔۔ دبی نہ جہل کی ظلمت سے روشنی تیری

جمال سلسلۂ خیر دیں حیات میں تھا ۔۔۔ امین رحمت ایماں تو کائنات میں تھا

کلام پاک کی تفسیر لازوال تھا تو ۔۔۔ قرون خیر کی تصویر باکمال تھا تو

امام قافلۂ حریت، زعیم وطن ۔۔۔ باعتبار عمل، رہبر عظیم وطن

عطا کیا ہمیں تو نے شعور آزادی ۔۔۔ بھرا دلوں میں نشاط و سرور آزادی

نقیب دعوت ایثار تھا پیام ترا ۔۔۔ جہاد و عزم سے مربوط تھا نظام ترا

وہ الہلال کی وضع سفارشات جمیل ۔۔۔ شکوہ زادہ آواز بربط جبریل

وہ تیری نثر مشیت کی ہم نوائے غزل ۔۔۔ کھلائے جس نے مزاجوں میں آگہی کے کنول

تغیرات کے تیور سمجھ کے چلتا تھا ۔۔۔ ہر ایک لفظ معانی کا رخ بدلتا تھا

ادائے حسن خطابت تھی باوقار تری ۔۔۔ چمن بدوش تھی تقریر پہ بہار تری

کدورتوں کا سفینہ ڈبو دیا تو نے ۔۔۔ غبار خاطر حالات دھو دیا تو نے

سر انا کو مخالف کبھی جھکا نہ سکے ۔۔۔ تری جبیں کی شکن، حادثے مٹا نہ سکے

وہ راز جرأت دل کے بتا دئے تو نے ۔۔۔ حیات نو کے طریقے سکھا دئے تو نے

ہر انقلاب سے ٹکرا رہے ہیں ہم اب تک ۔۔۔ عمل سے داد وفا پا رہے ہیں ہم اب تک

جدید دور کے فتنے ابھر رہے ہیں تو کیا ۔۔۔ رہ حیات کو دشوار کر رہے ہیں تو کیا

انہیں بھی موت کا رستہ دکھا رہے ہیں ہم ۔۔۔ ترے اصول کو رہبر بنا رہے ہیں ہم

اگر یونہی تری تقلید زندگی ہوگی ۔۔۔ فزوں چراغ تمنا کی روشنی ہوگی

ہر اک امام سے بہتر ہے اس امام کی یاد
ہے خضر جادۂ ہستی ابوالکلام کی یاد

(بشکریہ الجمعیۃ۔ دہلی)

قارئین کے خطوط

ایڈیٹر کے نام

ہمارے ہندوستانی احباب اور اکابر

مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ۔ لکھنؤ
"فارقلیط کا رجوع"

یہاں ۱۹۷۴ء کے بعد سے قادیانیت کا کوئی ذکر نہیں تھا اب آپ کے ہاں کے فیصلہ نے یہاں اس مردہ کو زندہ کر دیا۔ گذشتہ ۳۰۔۴۰ سال میں جن حضرات نے ہمارے دارالعلوموں میں پڑھا ہے وہ اس لائن سے بالکل واقف نہیں ہیں ہمارے مدارس کے اساتذہ بھی بے خبر ہیں اس لئے میں نے خود لکھنا ضروری سمجھا۔ (مضمون اسی شمارہ میں ملاحظہ فرمادیں۔ الحق) قدیم دور کے اسی سلسلہ کے مطبوعات یہاں تقریباً نایاب ہیں۔ قادیانیوں کی کتابیں بھی لوگوں کے پاس نہیں ہیں۔ میرے پاس تھیں لیکن چونکہ یہاں کوئی ذکر فکر ہی نہیں تھا اس لئے ان کی حفاظت نہیں کی گئی بس دو چار کتابیں رہ گئی ہیں۔ اب وقت محنت کا بھی نہیں رہا۔ ناللہ المستعان الجمعیۃ دہلی کے (سابقہ) ایڈیٹر فارقلیط صاحب تو یاد ہوں گے خدا کے بندے نے قادیانیوں کی حمایت میں آپ کے ہاں کے فیصلہ کے خلاف بڑا ہی زہریلا ایک مضمون لکھ دیا تھا۔ الفرقان میں اس پہ لکھا گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ انہوں نے ایک بیان دیکر اپنی غلطی کی کچھ تلافی کر دی ہے۔ فارقلیط صاحب نے بیان میں کہا ہے کہ وہ مضمون غلطی سے میرے نام سے چھپ گیا ہے۔ اب ہمارا موقف یہی ہے کہ وہ مضمون ان کا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس زندگی میں آپ حضرات سے ملاقات بھی نصیب فرمادے۔ وما ھو علی اللہ بعزیز۔

(۴ر فروری ۱۹۷۵ء۔ محمد منظور نعمانی ــ الفرقان لکھنؤ)

قادیانی فیصلہ اور بھارت کا ہندو پریس

پاکستانی ڈاک بڑی تاخیر سے پہنچ رہی ہے۔ ڈاک کے مصارف بھی بے حد زیادہ ہیں۔ اس پہ وہاں کے اخبارات ورسائل کا احتیاج ضروری ہے۔ ندیا بادی صاحب کا اخبار پڑھتا نہیں مگر اکثر لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلہ پر شدید نکتہ چینی کی۔ ادھر محمد عثمان فارقلیط نے بھی رسالہ شبستان ڈائجسٹ دہلی میں قادیانیوں

کی حمایت کی فارقلیط کا دار العلوم ، تجلّی ۔ الفرقان نے تعاقب کیا ۔ روزانہ دعوت دہلی میں بعد میں فارقلیط صاحب نے اپنا رجوع بھی شائع کیا ، ہندو اخبارات ، ہندوستان ٹائمز ، ٹائمز آف انڈیا ، پرتاپ ، ملاپ ، تیج ، سب قادیانیوں کی حمایت میں سرگرم ہیں ۔ دار العلوم دیوبند میں خیریت ہے ۔ طلبہ ۱۸۰۰ سے متجاوز ہیں ۔ سالانہ میزانیہ ۲۱ لاکھ ہے ۔ حضرت مولانا مدظلہٗ اور ملاقات ہو تو حضرت مولانا عزیز گل تک میرا اسلام پہنچا دیجئے ۔

(سید ازہر شاہ قیصر مدیر ماہنامہ دار العلوم ۔ دیوبند)

قادیانی مسئلہ اور مولانا دریابادی کا خط ایڈیٹر الحق کے سوالنامہ کے جواب میں :

مخدوم ومکرم ! وعلیکم السلام ۔ علالت کی بناء پر تفصیلی تحریری گذارش سے بالکل معذور ہوں ۔ قادیانیۃ ، احمدیہ بلکہ کسی کی بھی تکفیر سے دانش و بینش اس حقیر کو بہت تامل ہے ۔ اور اصل علاج ہی مرض سے بہت بدتر ہے ۔

(دعاگو ۔ عبد الماجد ۔ دریاباد ۔ ۷ فروری ۱۹۷۵ء)

حق بحقدار رسید الحق موصول ہوا ، طویل مدت کے بعد " حق بحقدار رسید " کیلئے آنمحترم کی حق شناسی کے اہتمام پر اہل حق مخلصانہ دعاؤں کیساتھ حق تشکر ادا کرتے ہیں ۔ اور متوقع ہیں کہ مشیت ربانی وہ ساعت سعید بھی جلد لائے کہ جس میں ؎

عسی الدھر ان یبدل بنبا ویرفی دیارکم ویجمع ما بینی وبینکم الشمل

موہوم آرزو بھی تشنۂ تکمیل نہ رہے ۔

متنبئ کذاب کے بارے میں " الحق " نے علم اجمالی کو تفصیل عطا کی مجلس کی مطبوعات جلد ہی انشاء اللہ نذر الحق کی جائیں گی ۔

(محمد سالم قاسمی معتمد مجلس معارف القرآن ۔ دیوبند)

رسالہ دار العلوم کے پاکستانی خریداروں کو اطلاع رسالہ دار العلوم اب پاکستان پہنچ رہا ہے ۔ اگرچہ دوسری ڈاک کی طرح بتاخیر ، رسالہ کے پاکستانی خریدار اجراء رسالہ کے لئے اپنی فرمائش بھیج سکتے ہیں ۔ پاکستان کے لئے رسالہ کا سالانہ چندہ محصول ڈاک کی زیادتی کی وجہ سے ۱۶/- روپے تک ہوگا خریدار اپنا چندہ سردست اپنے پاس محفوظ رکھیں صرف اجراء رسالہ کی فرمائش دفتر کو کریں ، جس پر رسالہ جاری کر دیا جائے گا ۔ پاکستان میں ہمارے انتظامات صحیح ہو جانے پر ہم اپنے پتہ پر چندہ منگا لیں گے قادیانیت کے متعلق علماء دیوبند کے قدیم اور تازہ ارشادات ملاحظہ کرنے کے لئے رسالہ کی خریداری کی فرمائش کیجئے ۔

(مولانا سید محمد ازہر شاہ قیصر ایڈیٹر رسالہ دار العلوم دیوبند)

ذوقانیہ اکیڈمی چند سال قبل آپ میرے مضامین اپنے ماہنامہ میں شائع کرتے رہے ہیں ۔ ناچیز ایک ادارہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے ، ایک ماہنامہ تعمیر فکر کے نام سے نکل رہا ہے ۔ اس کے دو

باقی صفحہ ۶۰ پر

افکار و تاثرات

فتنۂ رفض اور ہمارے قارئین

شیعہ نصاب دینیات کی علیحدگی پر آپ کا مقالہ موضوع سے متعلق تمام گوشوں پر حاوی ہے۔ البتہ فروعی اختلافات کی شق میں ہمیں کلام ہے ہمسئلہ بدا جس کا ذکر آپ نے کر ہی دیا ہے، ظاہر ہے اس میں فروعی نہیں اصولی اختلاف ہے۔ بقول مولانا اسحٰق سندیلوی مذہب اہل سنت اور شیعہ مذہب میں کوئی اصول متفقہ نہیں شیعہ مذہب مذہب اہل سنت کی نفی کا دوسرا نام ہے افادیت کے پیش نظر ہم آپ کا مقالہ الگ شائع کر کے تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ البتہ فروعی اختلافات کے شق کو حذف کرنے کی اجازت دیں۔ (غلام حسین قائم پور - حاصل پور)

شیعہ مجتہد نصیر الاجتہادی کی زہر افشانی آج کل محرم میں شیعہ مجتہد اپنی مجالس میں کچھ تو وہی بکواسات دہرا رہے ہیں جو ہمیشہ سے بکتے رہتے ہیں۔ ان کا ہر جملہ بغض صحابہؓ کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ لیکن اس سال نئے عنوان سے ایک مجتہد نصیر الاجتہادی نے تقاریر کا سلسلہ شروع کیا۔ عنوان ہے۔ —— علی اعظم —— جنگ اخبار میں آپ کی نظر سے بھی ضرور گذرا ہوگا۔ یہ عنوان اپنے اندر توہین رسول اور توہین صحابہ کرامؓ کا زہر لئے ہوئے ہے۔ اسلام کو علی اعظم کہنا گویا یہ کہنا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تو یونہی مشہور ہوگیا، اصل اسلام کا بانی تو حضرت علیؓ ہے ورنہ محمد اعظم کہا جاتا۔ صاف ظاہر ہے کہ اس سے حضرات ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور دیگر صحابہؓ کی کھل کر توہین مقصود ہے۔ براہ کرم اس مسئلہ کو سامنے رکھ کر کوئی قدم اٹھائیں کہ اتحاد ملت اسلامیہ کے لئے یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور نتیجۃً امن عامہ کا کیا حشر ہوگا جبکہ اہل حق پر امن عامہ کے نام پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کی جاتی ہیں —— (ایک قاری —— کراچی)

فتنۂ رفض حالات نے مجبور کر دیا ہے کہ اہل حق رفض یعنی فتنۂ شیعیت کے بارہ میں کوئی ٹھوس اور مضبوط قدم اٹھائیں۔ آئے دن یہ فتنہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اب اس کی روک تھام علمائے حق اور مشائخ عظام کا فرض عین ہے۔ کیا الحق میں رفض کی تردید کیلئے مستقل باب قائم کر سکیں گے۔؟
(صوفی محمد بشیر معرفت مولانا اللہ یار خان۔ چکڑالہ۔ میانوالی)

شیعہ نصاب کی علیحدگی کا فیصلہ اور پھر ہر طرف مسلمانوں میں خاموشی خاصی پریشان کن تھی اچانک الحق نے تفصیلی طور پر قلم اٹھا کر حق ادا کر دیا اور قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبد الحق کی تحریک سے اور بھی خوشی ہوئی ۔ یہ بیانات اور مولانا اسحٰق سندیلوی کا مضمون پڑھ کر احساس ہوا کہ جبکہ فتنہ قادیانیت زوروں پر تھا اور تحریک چل رہی تھی تو شیعہ حضرات نے منافقت کا لبادہ اوڑھ کر موقعہ کو غنیمت سمجھا اور اپنے مطالبات منوا کر ملت میں تفرقہ کی بنیاد رکھ دی ۔ الحق بلاخوف ہر مسئلہ حقہ پر آواز بلند کرتا ہے ۔ اب مسلمانوں کو اس مسئلہ میں الحق کا ساتھ دینا چاہیئے ۔ ۲۲ دسمبر ۷۴ء کو صحابہؓ کے ایک عاشق جان نثار اور مسلک اہل سنت والجماعۃ کے ایک بے لوث مجاہد مولانا بشیر احمد پسروریؒ کی وفات سے بھی اس راہ میں ایک خلا آگئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمادے ۔

(خدام اہل سنت والجماعۃ ہرنولی میانوالی)

اہل سنت نے تحریک ختم نبوت کے دوران تقیہ بازوں کو مسلمان سمجھ کر اپنے ساتھ ملایا لیکن انہوں نے مسلک اہل سنت کی جڑیں اور بنیادیں اکھیڑ کر رکھ دیں ۔ آپ اور آپ کے رفقاء نے آواز اٹھا کر دینی فریضہ تو ادا کر دیا ۔ لیکن افسوس ان پر جو خاموش ہیں ۔ (عبد اللطیف بڑانی بلوچ سرگودھا)

الحق :- آگے محترم مراسلہ نگار نے شیعہ مذہب اور کتابوں سے ایسی عبارتیں اور معتقدات قلمبند کئے ہیں جنہیں کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا ۔ مگر اس وقت اتحاد ملت اسلامیہ کی خواہش کی بناء پر ہم ان تفاصیل میں نہیں جانا چاہتے البتہ اگر شیعہ حضرات نے نفاق پر مبنی اہل سنت کی توہین و دل آزاری اور ملت میں نفاق اور انتشار کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو ترک نہ کیا تو الحق اس بارہ میں پوری تفصیلات کے ساتھ بھرپور آواز اٹھائے گا ۔ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے اور اپنے مذہبی تشخص سے بے خبر سواد اعظم کے سامنے ان لوگوں کی اصل تصویر آجائے ۔

---

۱۵ محرم کو رودہان ضلع ڈیرہ غازی خان کے شیعہ فرقہ کے نام نہاد سید کالو شاہ نے غلیظ گالیاں دیں پھر چند غنڈوں سمیت درسگاہ پر بلوہ کر دیا ۔ احقر عبد الکریم نیاز پر سنگ بازی کی گئی ایک گھنٹہ کے محاصرہ کے باوجود پولیس نے کوئی کارروائی نہ کی ، مقامی مسلمانوں میں شدید ردعمل ہے ۔ اسلامی نظام کے عظیم مقصد اور ملی اتحاد کے پیش نظر ہم قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہتے ۔ ہمارا حکومت سے مطالبہ ہے کہ اس غنڈہ گردی کا خاتمہ کر کے سواد اعظم کے مسلک کو بچایا جائے ۔

(عبد الکریم نیاز ۔ رودہان ۔ راجن پور ۔ ڈیرہ غازی خان)

شیعہ نصاب کے متعلق مضامین سے الحق نے صحابہ کرامؓ کی محبت و عقیدت کا حق ادا کر دیا۔ اور حضرت شیخ الحدیث نے قومی اسمبلی کی تحریک التواء کی شکل میں اہل سنت کی ترجمانی کی تمام اہل سنت سے اپیل کریں کہ وہ اس مسئلہ پر متفق ہوں ورنہ داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں حکومت نے تمام اخبارات کو حکم جاری کیا ہے کہ اس مسئلہ پر ایک سطر شائع نہ کی جائے۔ ۹ دن ہماری تنظیم اہل سنت کا وفد اسلام آباد ٹھہرا رہا۔ مگر وزیر تعلیم نے ملاقات کا موقعہ نہ دیا۔ اجازت ہو تو ہم آپ کے مقالہ کو پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیں۔ (محمد عبدالشکور دین پوری نائب صدر تنظیم اہل سنت۔ پاکستان)

الحق :- نہ صرف اس مقالہ بلکہ الحق کے تمام مضامین کی اشاعت کی عام مسلمانوں کو اجازت ہے۔

اعلان | ہمیں ماہنامہ الحق کی جلد اول شمارہ ۱ تا ۔ کے پرچے درکار ہیں جو حضرات فارغ کر سکیں وہ دفتر سے رابطہ قائم فرمادیں۔ ــــــ ادارۂ الحق ــــــ

بقیہ : قارئین کے خطوط

تازہ شمارے امارت نمبر اور ایجوکیشنل نمبر ارسال ہیں ایک اور علمی رسالہ ندائے فرقان اگلے ماہ سے منظر عام پر آرہا ہے۔ جو عصر جدید کے تقاضوں کے مطابق قرآنیات کی تحقیق و تدوین کے لئے وقف رہے گا۔ ان کاموں کے لئے ایک وسیع لائبریری کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ اب تک کافی کتابیں اکٹھی ہو چکی ہیں۔ مگر افسوس کہ پاکستانی کتابوں کی کمی بڑی محسوس ہو رہی ہے۔ حیران ہیں کہ انہیں کس طرح حاصل کریں براہ کرم اپنے رسالہ میں ادارہ کا تعارف کراتے ہوئے ناشرین سے اپیل فرمادیں کہ وہ اپنی مطبوعات ہمارے ادارے کے لئے ہدیۃً ارسال فرمادیں۔ (محمد شہاب الدین ندوی)
ناظم فرقانیہ اکیڈمی بنگلور۔ انڈیا

الحق :- امید ہے اس علمی کام میں تعاون سے پاکستانی حضرات دریغ نہیں فرمادیں گے۔

کوہستان کا زلزلہ اللہ کی ایک بہت بڑی ابتلاء ہے

قہر خدا کی تلوار باہر آچکی ہے

بھٹو صاحب قوم سے استغفار کی اپیل کریں

قومی اسمبلی میں ۲۱ جنوری ۱۹۷۵ء کو سوات کے زلزلہ پر عام بحث ہوئی اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی تقریر جو ۲ بجکر دس منٹ پر ہوئی، پیش خدمت ہے۔

(ادارہ)

جناب سپیکر صاحب! یہ زلزلہ خدا کی جانب سے ایک بہت بڑی ابتلاء ہے اور اس ابتلاء میں وہاں کے مصیبت زدہ مسلمان کثیر تعداد میں شہید ہوئے۔ بہت سے زخمی ہوئے۔ مصیبت تو ان کے اوپر نازل ہوئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ تم اپنی استطاعت کے مطابق ان کو کتنی امداد پہنچا سکتے ہو۔ کتنی انکی خدمت کر سکتے ہو۔ ان مصیبت زدگان کی امداد کے لئے وزیر اعظم صاحب نے اپیل کی جس کے نتیجہ میں بہت سے اسلامی ممالک نے اسلامی برادری اور اخوت کے نام پر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق امداد کے اعلانات کئے۔ نہ صرف اسلامی برادری نے بلکہ انسانی برادری نے بھی اخوت کی بناء پر جو ان زلزلہ زدگان کی امداد کی ہے۔ ہم انکے بہت مشکور ہیں۔ اس لئے میری گذارش یہ ہے کہ ہم اس بحث کے ہر پہلو پر غور کریں۔ اس وقت ہمارے سامنے دو مقاصد ہیں۔ ایک مقصد یہ ہے کہ ہم پوری قوم کو اعتماد میں لے لیں۔ کہ ہماری حکومت اور اس اسمبلی کے ارکان مصیبت زدگان کے ساتھ ہیں۔

جناب والا! اس اعتماد کی ضرورت کیوں ہے؟ ضرورت اس وجہ سے ہے کہ اس سے پہلے بھی ہم ایک ایسے المیے سے دوچار ہوئے ہیں۔ یہ المیہ سیلاب کا تھا۔ سیلاب کے زمانہ میں مجھے یہ معلوم ہے کہ سرحد کی تحصیل نوشہرہ میں سیلاب آیا۔ اور جتنی امداد کی رقم مقرر کی گئی تھی وہ صرف کاغذات تک محدود رہی۔ اور میں یہ چیلنج کرتا ہوں کہ نوشہرہ میں آج تک وہ رقم نہیں پہنچائی جاسکی۔ یہ تو آج کا معاملہ جو کہ آپکے سامنے آرہا ہے۔ مگر جب ہمارے ساتھ مشرقی پاکستان تھا، تو وہاں دس لاکھ سے زیادہ افراد سیلاب زدہ ہوئے تھے جس کے سلسلے میں بہت کافی امداد وہاں کے لوگوں کے سلسلے میں کی گئی۔ اس زمانے میں میں نے خود کراچی کے پورٹ کو دیکھا تھا کہ بہت سے گودام امداد کی اشیاء سے بھرے پڑے تھے مگر تین چار سال بعد

دہی سامان لٹیروں نے لوٹا۔ اور وہ سامان مصیبت زدگان تک نہ پہنچ سکا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی قوم کو اعتماد نہیں ہے۔ یہ بھی آپ سے عرض کرتا ہوں کہ لوگوں کا عام تاثر یہ ہے۔ کہ جو کچھ آپ ہمارے لئے امداد کرتے ہیں، وہ ہم کو نہیں پہنچتا ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ ہمارے وزراء اور ہمارے وزیر اعظم صاحب کوشش نہیں کرتے ہیں۔ یقیناً وہ کوشش کرتے ہوں گے۔ اور کرتے ہیں۔ لیکن ایک وزیر اعظم تو کچھ نہیں کر سکتا۔ جبکہ اوپر سے نیچے تک (چپڑاسی تک) سب دیانتدار نہ ہوں۔ اور ان میں خدا کا خوف نہ ہو۔ اور وہ کوئی ذمہ داری محسوس کریں۔ تو پھر وہ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں آپ سے عرض کروں گا کہ ہمارے راؤ خورشید علی خان صاحب نے جو بات کی ہے کہ ہمارے وزیر اعظم صاحب نے تمام قوم سے اپیل کی ہے کہ تم غم زدہ اور مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد کرو؟ تو قوم نے دل کھول کر امداد کی۔ اور دنیا نے بھی شروع کر دی۔

تو جناب والا! میں آپ اور اس معزز ایوان کی وساطت سے یہ عرض کروں گا۔ کہ اگر ہمارے وزیر اعظم صاحب ملک کو یہ کہہ دیں کہ خدا کے قہر کی تلوار باہر آچکی ہے۔ کیونکہ کل بھی تبت میں زلزلہ آیا تھا۔ اس لئے وہ قوم سے اپیل کریں کہ سب مل کر اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائیں اور روئیں تو پھر ہو سکتا ہے کہ یہ عذاب الٰہی ٹل جائے۔ گذشتہ ماہ عرب میں بارش نہیں ہوئی تو پھر شاہ فیصل نے عرب قوم سے اپیل کی کہ سب جمع ہو جاؤ۔ اور اللہ سے استغفار کرو۔ تو سب نے مل کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے اتنی بارش برسائی کہ اتنی بارش پچھلے چند برسوں میں بھی نہیں ہوئی ہوگی۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں زلزلہ آیا۔ تو بادشاہ نے تمام مملکت کو حکم دیا کہ سب ایک معیّن دن کو ایک جگہ پہ جمع ہو جائیں۔ اور خدا کے سامنے استغفار کریں۔ جناب والا! میں آپ کا قیمتی وقت نہیں لینا چاہتا ——— ایسا نہ ہو جیسا کہ گذشتہ مصیبتوں میں جو امدادی اموال پہنچے تھے اور وہ خاکستر ہو گئے اور وہ گوداموں ہی میں پڑے رہے اور ان میں سے کوئی چیز بھی کسی کے پاس نہ پہنچی ——— جناب والا! دوسری چیز جو میں بعد از تحقیق کہوں گا۔ اگر ضرورت پڑی تو نام بھی بتا دوں گا۔ ایک نائب تحصیلدار دو سو کمبل موٹر میں رکھ کر لے جا رہا تھا۔ بجائے اسکے کہ وہ کمبل ان مصیبت زدگان کو پہنچائے جاتے بلکہ وہ اپنے گھر میں لے جا رہا تھا۔ اور لوگوں نے اسکو پکڑ لیا۔ تو اس لئے جناب والا گذارش ہے۔ کہ ایسے لوگوں کی نگرانی کی جائے اور امداد صحیح طور پہ خرچ کرنی چاہیئے۔

اور پھر میں کہتا ہوں کہ بیرونی ممالک جنہوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی کی ہے، ان کا میں آپ کی اور اس معزز ایوان کی وساطت سے شکر گذار ہوں۔ اور خصوصاً ان برادر اسلامی ممالک جنہوں نے ہمارے غم میں شرکت کی۔ میں پھر اپیل کروں گا کہ ہمارے وزیر اعظم صاحب قوم سے اپیل کریں کہ ہم سب ایک دن جمع ہو کر خدا کے دربار میں گڑگڑائیں۔ اور توبہ کریں۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ مشکل ٹل جائے گی۔

■

جناب اختر راہی ایم اے

تبصرہ کتب

کلام شاہ اسماعیل شہیدؒ

ترتیب : محمد خالد سیف ناشر : طارق اکیڈمی سٹریٹ ۳۔ جھنگ بازار۔ لائلپور
صفحات : ۸۰ قیمت : چار روپے پچیس پیسے صرف۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی زندگی جہاد فی سبیل اللہ میں اس طرح رنگی ہوئی تھی کہ ان کی شخصیت کے بعض دوسرے پہلو دب کر رہ گئے۔ ان پہلوؤں میں سے ایک یہ ہے کہ شاہ صاحب اُردو اور فارسی زبان کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کی شاعری مقصدی تھی اور ان کی نظموں میں اصلاح عوام کا جذبہ پایا جاتا تھا۔

شاہ صاحب کا کلام مختلف کتابوں میں منتشر تھا۔ خالد سیف صاحب نے زیر نظر مجموعے میں یکجا کر دیا ہے۔ آغاز میں ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب کا وقیع مقدمہ ہے جس میں شاہ صاحب کا شاعرانہ مقام متعیّن کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ " اُن (شاہ صاحب) کی مثنوی سلک نور تو اردو شاعری کی بیاض میں نمایاں جگہ حاصل کرنے کی مستحق ہے۔"

زیر نظر مجموعہ مثنوی سلکِ نور (اُردو) رسالہ بے نمازاں، مثنوی سلکِ نور (فارسی) قصیدہ در مدح سید احمد شہیدؒ، قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تتمہ ردّ الاشراک پر مشتمل ہے۔

فاضل مرتب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اُردو شاعری کے گوہر گراں مایہ کو متعارف کرایا جبکہ تاریخ ادب اردو لکھنے والے اس سے بے بہرہ رہے ہے۔ نہایت عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ نفیس کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

آخر میں یہ بات بھی کہنا ضروری ہے۔ کہ شاہ صاحب جیسے مجاہد، حامی سنت اور ماحی بدعت کے مجموعہ کلام کے پہلے صفحہ پر اس شعر ۔

برائے رہبری قوم مشتاق دوبارہ آمد اسماعیل و اسحاق

کا لکھنا ان کے مشن پر پانی پھیرنے کے مترادف ہے۔ یہ تسلیم کہ شاہ اسماعیلؒ اور شاہ محمد اسحاقؒ بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ مگر ان کو انبیاء سے جا ملانا عقیدت کا صحیح انداز نہیں۔

ہمیشہ بہار (تذکرہ شعرائے فارسی)

مصنفہ : کشن چند اخلاص ۔ مرتبہ : ڈاکٹر وحید قریشی ۔ ناشر : انجمن ترقی اردو بابائے اردو

سندھ، کراچی ۱ ۔ صفحات : ۳۰۰ ۔ قیمت : ۱۵ روپے صرف ۔

"ہمیشہ بہار" فارسی گو ہندی شعرا کا تذکرہ ہے جس کے مصنف کشن چند اخلاص ہیں ۔ تذکرہ میں بعہد محمد شاہ (۱۱۳۱ھ) تک کے شاعروں کا حال درج ہے ۔

اخلاص نے قدیم شاعروں کے حالات کے لئے محمد افضل سرخوش کے تذکرہ "کلمات الشعرا" کو ماخذ بنایا ہے ۔ بقول ڈاکٹر وحید قریشی اخلاص نے سرخوش سے اس قدر استفادہ کیا ہے کہ اس پر بخوبی سرقہ کا الزام آسکتا ہے ۔ مرتب ڈاکٹر قریشی نے "ہمیشہ بہار" میں ایسے مقامات کی نشاندہی کی ہے ۔

اخلاص کا زیر نظر تذکرہ کو کافی اہمیت حاصل ہے ۔ کئی دوسرے تذکرہ نگاروں نے اسے بنیادی ماخذ کے طور پر استعمال کیا ہے ۔ عبدالوہاب افتخار نے تذکرۂ بے نظیر میں غلام علی آزاد نے خزانۂ عامرہ میں لچھمی نرائن شفیق نے گل رعنا میں حسین علی خان عاشق نے نشتر عشق میں سید نورالحسن نے نگارستان سخن میں اور ابوالقاسم محتشم نے اختر تاباں میں اس سے کام لیا ہے ۔

یہ حیرت انگیز امر ہے کہ اتنی مقبولیت کے باوجود "ہمیشہ بہار" کے نسخے بہت قلیل تعداد میں پائے جاتے ہیں ۔ اور یہ تذکرہ زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکا ۔ مرتب ڈاکٹر وحید قریشی کی معلومات کے مطابق دنیا میں اس کے صرف آٹھ خطی نسخے ہیں ۔

مطبوعہ تذکرہ کا متن لیاقت نیشنل لائبریری کراچی کے خطی نسخہ پر مبنی ہے ۔ تذکرہ میں کل تین سو ستائیس ۳۲۷ شعراء کے حالات درج ہیں ۔ تذکرہ فارسی زبان میں ہے ۔ آغاز میں فاضل مرتب نے چالیس صفحوں کا مقدمہ لکھا ہے جس میں تذکرہ کا تعارف ، اہمیت اور تذکرہ نگار کے حالات زندگی تحقیق و تنقیح سے لکھے ہیں ۔

کتاب نہایت اچھے انداز میں شائع ہوئی ہے ۔ خطی نسخے کے دو صفحوں کے عکس بھی شامل ہیں اور آخر میں غلط نامہ منسلک ہے ۔

ضروری تصحیح

پچھلے شمارہ میں علامہ محمد یوسف بنوری مدظلہ کے مضمون ص ۳۱ آخری سطر میں الفاظ "استحضار بلکہ ایمان سے غرض ہے" کی بجائے "استحضار بلکہ ایجاب سے غرض ہے" پڑھے جاویں ۔ (ادارہ)

یاد رفتگان

پچھلے ماہ ہمارے بہت سے ایسے بزرگ واحباب داغ مفارقت دے گئے جنہوں نے اپنی حیات مستعار کو دین کی ترویج واشاعت کیلئے وقف کیا تھا بالخصوص حسب ذیل حضرات جن کی جدائی پر ادارہ الحق سر دار العلوم ملک وملت کے غم میں شریک ہے اور ہم مرحومین کے ارتفع درجات کے لئے دست بدعا ہیں۔

مولانا محمد زکی کیفی:۔ پاکستان کے مفتی اعظم بقیۃ السلف مولانا مفتی محمد شفیع کراچی کے بڑے صاحبزادے اور ہمارے محترم دوست مولانا محمد تقی البلاغ کے برادر اکبر حضرت مولانا محمد زکی کیفی مرحوم ۱۱ محرم ۹۵ھ کو حجاز مقدس سے واپسی کے بعد دل کے دورہ سے رب البیت سے جا ملے۔ شاعر و فاضل خلیق وغمگسار وباغ وبہار شخصیت دینی علوم وفنون کی نشر واشاعت سے تعلق رہا رحمۃ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن:۔ ۵ مارچ ۷۵ء کو لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل دیوبند کا وصال ہوا۔ تدفین ۳ بجے ظہران کے آبائی گاؤں مینئی تحصیل صوابی میں ہوئی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے جنازہ پڑھایا، دارالعلوم سے طلبہ کے جم غفیر نے شرکت کی۔ عمر درس وتدریس میں گذری تقسیم سے قبل مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ اس کے بعد دارالعلوم چارسدہ اور پھر آخر تک مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں شیخ الحدیث رہے رضی اللہ عنہ۔

حضرت مولانا عتیق اللہ صاحب:۔ علاقہ بونیر ضلع سوات کے موضع ایلئی کے ایک صاحب رشد بزرگ عالم وعارف حضرت مولانا عتیق اللہ صاحب کا بھی اسی ماہ وصال ہوا شیخ وقت مولانا عبدالغفور مدنی مرحوم کے خلفاء میں سے تھے لائل پور کے جناح کالونی میں قیام رہا۔ وفات گھر پر ہوئی پسماندگان میں عالم وفاضل صاحبزادے موجود ہیں دارالعلوم کے نہایت مخلص معاون اور خیر خواہ رہے۔

الحاج امر الہٰی صاحب:۔ دارالعلوم کے ایک نہایت مخلص ہمدرد رکن رکین جناب الحاج ملک امر الہٰی صاحب کا بھی وصال ہوا عمر بھر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے جانثار ساتھی تھے پڑوسی بھی ۷۵ء میں آپ کے سفر حج کے رفیق بھی ابتداء سے دارالعلوم کے تمام کاموں میں حصہ لیا۔ ہم تمام قارئین سے ان حضرات کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل کرتے ہیں۔

(ادارہ)

اشتہار

زیر آرڈر 5 رول 20 ضابطہ دیوانی

بعدالت محمد ایوب خان ایم اے ایل ایل بی سول جج پشاور

فضل شاہ ولد بادشاہ گل سکنہ ریگی روکیزائی تحصیل پشاور بنام غلام محمد دہندہ پیشی 22 $\frac{3}{76}$

نوٹس اشتہار بنام: (۱) غلام محمد ولد نور محمد (۲) شیر دل (۳) نیک عمل پسران میر عالم خان (۵) مسماۃ قبول جان (۶) بیوہ طرب ولد محمد خان ساکنان ریگی بادیزئی (۸) خطاب گل ولد شریف ساکنان منڈ مدی تحصیل نوشہرہ (۹) سید حبیب ولد سید یعقوب آفریدی (۱۰) غلام رسول ولد عبدالحنان میر رحمان۔ محمد۔ عبدالرزاق۔ حیدر۔ پسران بی بی گل۔ بی بی روزہ مسماۃ سجانہ مسماۃ مہرو دختران عبدالرحمن ساکنان بادیزئی (۱۹) حجال گل چنار گل۔ غنچہ گل شماس گل پسران زرغون آفریدی (۲۳) اسماعیل پسر مسماۃ گل لکاڈلی دختر مسماۃ زمرد جان بیوہ عبدالرحمن۔ بہرام میر۔ استانہ مسماۃ مینہ دختران نصر اللہ (۳۰) محمد شیر ولد سید احمد۔ محمد۔ ولی محمد پسران مسماۃ زبیدہ مسماۃ بیبرہ مسماۃ نظیرہ دختران محمد شیر (۳۶) مسماۃ ماہر دختر طور سے عمر خان۔ سید احمد پسران مسماۃ کسکی جان دختر خولجی (۴۲) مسماۃ آمنہ بیوہ۔ مسماۃ شہزادگئی۔ خاتون دختران (۴۴) مسماۃ رحانیہ دختر امین (۴۶) اول خان۔ شاہ ولی پسران مسماۃ دولتی مسماۃ مینہ مسماۃ شاہ پرد مسماۃ خان زادگئی دختران فتح خان (۵۲) شہزادہ ولد حلیمے آفریدی (۵۳) معراج گل ولد شریف اللہ شنواری (۵۵) بہادر۔ ہاشم پسران مسماۃ انجمینہ دختر عبدالجبار (۵۹) خان کبیر ولد نادر خان (۶۰) شکرہ بیوہ۔ عبدالمجید شمروز پسران مسماۃ ماہ گلہ مسماۃ ملجیہ مسماۃ ابدرد مسماۃ دلشاد مسماۃ ارشادہ دختران غلام سرور (۶۹) ظریف ولد فیروز۔ امان ولد حبیب اللہ۔ رحمت اللہ پسران مسماۃ مبارک ثان۔ محبوب جان دختران سیف اللہ (۷۶) وارث خان مسماۃ جانے دختر امین جان۔ امت اسناد بیوہ۔ شہباز۔ سعد اللہ پسران مسماۃ گوہرہ مسماۃ فقراجہ دختران ادریس۔ مسماۃ گلبر بیوہ (۸۴) غلام حبیب۔ غلام علی غلام نبی پسران مسماۃ شاہ منظورہ دختر حکیم خان (۸۸) مریم بیوہ عجب خان ساکنان ریگی بادیزئی۔ گل نبی۔ دلدار خان شنواری۔ حاجی گل۔ ولی۔ نور محمد (۹۱) سید ولی ولد حاجی گل ولی ساکنان لنڈی کوتل (۹۲) عبدالقیوم مرتضیٰ۔ سلطان مظفر۔ ولی خان۔ جعفر پسران مسماۃ بہرہ مسماۃ گل بہار (۱۰۰) نوبہار فقراجہ دختران جمعہ خان۔ سجا بیوہ طہماس خان۔ ہدایت اللہ۔ جہانگیر پسران مسماۃ فرینہ دختر عبدالعزیز۔ نصر اللہ سمیع اللہ۔ سیف اللہ پسران (۱۱۰) مسماۃ قدرتو دختر فیض اللہ ساکنان بادیزئی وقائم مقامان مدعا علیہم (۱) غلام حیدر۔ شاہنواز۔ اجون پسران مسماۃ سلطان بیگم دختر مسماۃ جانی متوفیہ (ii) سعد اللہ پسر اسماعیل پسر درعطاء اللہ متوفی (iii) مسماۃ گل ہوادرگئی فرزندہ متوفیہ (iv) شاہ ولی جیجی زادبھائی خطاب گل متوفی (v) خلیل اللہ پسر الیاس متوفی (vi) غلام حیدر شاہنواز۔ اجون پسران مسماۃ سلطان بیگم دختران غلام قادر متوفی (vii) نظیر اللہ۔ شاکر اللہ۔ ولی خان پسران سجان متوفی (viii) ظریف۔ ایاز۔ پسران ایوب متوفی (ix) وارث خان پسر مسماۃ نیریم جانہ متوفیہ (x) محمد حسین عبدالقدیر عبدالعزیز اعظم خان پسران عبدالاکبر خان متوفی ساکنان ریگی بادیزئی۔

دعویٰ استقرار نمبرات خسرہ $\frac{9}{1}$ تا $\frac{93}{11}$ تعدادی 12-7 اخسرہ نمبر 1484 تعدادی 19 مرلہ 1 کنال واقع کنکہ درکیزئی تحصیل پشاور۔

مقدمہ عنوان بالا میں مدعا علیہم کے نام کئی مرتبہ سمن برائے حاضری عدالت جاری ہوئے مگر چونکہ ان کی تعمیل معمولی طریقے پر کرائی جانی نہایت مشکل ہے۔ لہٰذا ان کو بذریعہ نوٹس اشتہار مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ وہ جملہ مدعا علیہم بتاریخ 25-3-76 بمقام پشاور حاضر آکر جواب دلوائی داخل عدالت کریں۔ ورنہ بصورت دیگر ان کے خلاف کاروائی حسب ضابطہ عمل میں لائی جاوے گی۔

آج بثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت جاری ہوا۔

(دستخط سول جج پشاور مہر عدالت)

گل احمد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
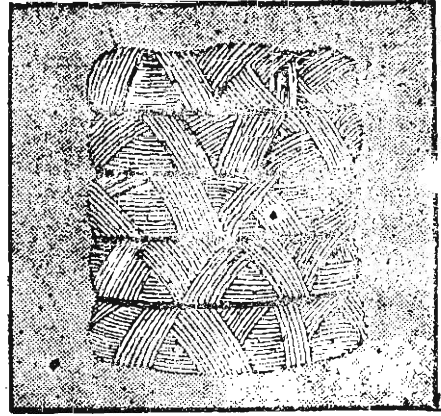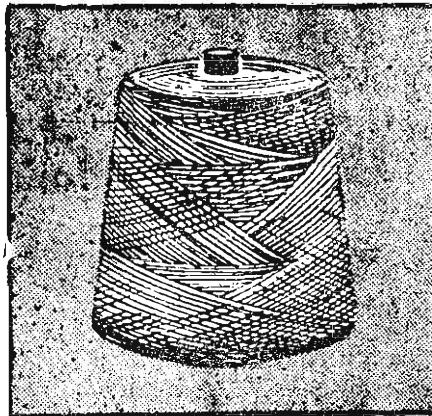
فوّارہ مارکہ
اعلیٰ قسم کا
سُوتی دھاگہ
سنگل اور فولڈڈ
۱۰ کاؤنٹ سے ۴۰ کاؤنٹ تک
ہینکس کے علاوہ کونز پر بھی دستیاب ہے
FOUNTAIN
BRAND
فوارہ مارکہ
تیار کنندگان :
ڈی-ایم-ٹیکسٹائل مِلز لمیٹڈ
رجسٹرڈ آفس : ۱۱۶ - کاٹن ایکسچینج بلڈنگ — پوسٹ بکس نمبر ۴۶۱۷ — کراچی
تار کا پتہ : DOSTCOT — فون ۲۲۱۳۲۰ - ۲۲۳۹۱۳
ملز : سٹی چھاؤنی — پوسٹ بکس ۵۴ — راولپنڈی
تار کا پتہ : FINETEX — فون ۲۸۵۵ - ۶۶۹۳۲ - ۶۲۷۵۵